ماہنامہ
براہِ راست
لاہور
جلد 11 شمارہ 10
اکتوبر 2025ء

ٹرمپ امن منصوبہ
کیا غزہ پر جارحیت ختم ہو سکے گی؟

غزہ: جو فتح نہ کیا جا سکا
حملہ آور اپنے ساز و سامان سمیت شکست خوردہ

مغربی کنارہ: ٹونی بلیئر یہاں بھی!
خطے کو انڈسٹریل پارکس میں تبدیل کرنے کے لیے منصوبے

کیا مصر اسرائیل پھر مدمقابل ہوں گے؟
مفادات اور سرحدی ٹکراؤ نے حالات خراب کر دیے

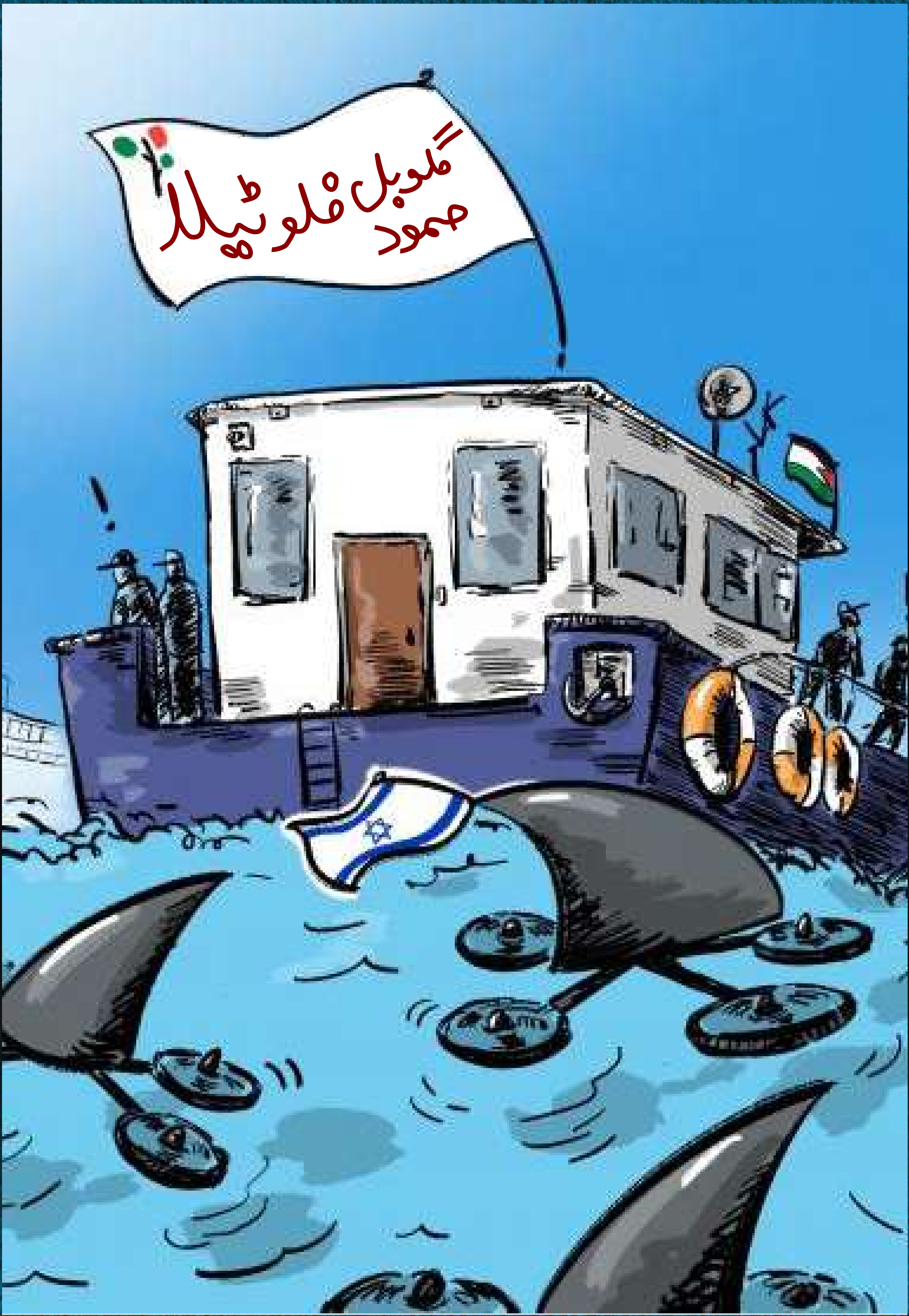
گلوبل فلوٹیلا
صمود

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام یعنی (خانہ کعبہ) سے مسجد
اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرد اگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم
اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔

ماہنامہ
براہِ راست
لاہور

جلد 11 شمارہ 10 اکتوبر 2025ء

مُدیر: مرزا محمد الیاس

ویب سائٹ: www.barah-i-rast.com
برقی پتہ ادارتی امور: editor@barah-irast.com
برقی پتہ انتظامی امور: contact@barah-i-rast.com

Price Rs.70
پبلشر مرزا محمد الیاس نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر 9/1A رائل پارک لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

- کلام اقبال
- اداریہ

ٹرمپ کا 20 نکاتی غزہ امن منصوبہ

ٹرمپ کا غزہ پلان: ٹونی بلیئر حکمران؟

ائربیس اور زرق برق طیارے کے تحفے صہیونی حملہ نہ روک سکے

حماس لیڈرشپ پر صہیونی قاتلانہ حملہ ناکام

- نیتن یاہو امریکہ طلب
- حماس پر حملہ درست تھا: اسحاق ہرزوگ
- ہماری جنگ جاری رہے گی: حماس
- مصر اسرائیل جنگ۔۔امکانات بڑھ رہے ہیں
- غزہ میں نسل کشی: اسرائیل کو روکے گا کون؟
- اسرائیلی حملہ: غزہ سٹی میں نسل کشی میں تیزی
- فلسطینیوں کا وطن کی مٹی پر مر مٹنے کا جرأت مندانہ عزم
- بھوک، لوٹ مار: غزہ میں اسرائیلی ہتھیار
- غزہ خوراک فاؤنڈیشن نسلی صفائی میں مددگار
- اسرائیل کے جملہ سیاست دانوں کا یرغمالی، یرغمالی کھیل
- مغربی کنارے کو دو حصوں میں توڑنے کا منصوبہ
- عمر حرب: فاقہ کشی اور نسل کشی کے شکار

کلامِ اقبال

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زور بازو کا!
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
ولایت، پادشاہی، علمِ اشیا کی جہاں گیری
یہ سب کیا ہیں، فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں
براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہَوس چھُپ چھُپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں
تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیّت ہے
حذَر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں
حقیقت ایک ہے ہر شے کی، خاکی ہو کہ نُوری ہو
لہُو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں
یقیں محکم، عمل پیہم، محبّت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
چہ باید مرد را طبعِ بلندے، مشربِ نابے
دلِ گرمے، نگاہِ پاکِ بینے، جانِ بیتابے

اداریہ

ٹرمپ امن منصوبہ؟

وائٹ ہاؤس نے گذشتہ ہفتے غزہ کے لیے بیس نکات پر مشتمل منصوبہ پیش کیا ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ اسرائیل اور حماس نے قبول کرلیا تو غزہ پر مسلط جنگ بند کردی جائے گی (بند ہوجائے گی)۔ بصورت دیگر حماس کو اس کے نتائج کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ دنیا کی مختلف قوتوں نے اس منصوبے اور اس کے ساتھ دھمکی جاری کرنے کا نوٹس لیا اور متفرق ردعمل جاری کیا۔ حماس کے ترجمان نے بتایا کہ ابھی ہمیں تحریری صورت میں منصوبہ ملا ہی نہیں، اس لیے قبول کرنے کا سوال قبل از وقت ہے۔

غزہ جنگ کے تین فریق ہیں۔ فریق اول حماس اور غزہ کے عوام ہیں۔ دوسرا فریق اسرائیل اور تیسرا لیکن اصل اور بنیادی فریق امریکہ ہے۔ اسرائیل کے وزیر اعظم نے امریکہ کا دورہ کیا، صدر ٹرمپ سے طویل مذاکرات کیے اور ''اپنے مطالبات'' ان کے سامنے رکھے۔ صدر ٹرمپ ان دنوں جارحانہ موڈ میں ہیں۔ غالباً وہ خود کو دنیا کا ''طاقت ور ترین انسان'' سمجھ رہے ہیں۔

یہاں بنیادی بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ثالث فریق نہیں ہوا کرتا۔ دو افراد میں بھی ٹھن جائے تو تیسرے فریق کی ضرورت نہیں ہوا کرتی بل کہ ثالث کی ہوتی ہے۔ ثالث کے لیے لازمی ہے کہ وہ معاملہ فہم بھی ہو اور وجۂ نزاع بھی بخوبی جانتا ہو۔ دونوں فریق اسے ثالث تسلیم کرتے ہوں، وہ خود لڑائی میں کود نہ جائے اور نہ کسی ایک فریق کے ہاتھ میں، کھلے یا چھپے گن تھما دے کہ دوسرا فریق ختم اور نزاع بھی ختم۔

غزہ کے فریقوں میں یہی صورت حال ہے۔ امریکہ ثالث نہیں ہے۔ جس منصوبے سے پہلے اس نے ایک فریق یعنی اسرائیل کے انسانی جرائم میں ملوث وزیر اعظم بنیامین نیتن یاہو کو وائٹ ہاؤس مدعو کیا ہو، بلیو روم میں ون ٹو ون ملاقاتیں کی ہوں اور وہ مجرم کہے کہ میں اپنے گھر میں آرہا ہوں، تنازعہ پر مذاکرات پر اس کے رخصت ہوتے ہی بیس نکاتی منصوبہ سامنے لایا گیا ہو تو یہ ثالث کی طرف سے نہیں، بل کہ ''مشترکہ درخواست'' ہی ہوگا۔

فریق اول حماس کی پوزیشن یہ ہے کہ وہ امریکہ کے لیے دہشت گرد ہے۔ اسے برداشت بھی نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ وہ اعلان شدہ دہشت گرد کہی اور سمجھی جارہی ہے۔ اب اس کو غزہ سے نکالنا ہے اور متبادل لے کر آنا ہے۔

اگر خدا لگتی کہی جائے تو ایک دہشت گرد کا متبادل بھی ویسا ہی ہوگا۔ دوسری طرف غزہ کے عوام ہیں، فلسطین کا نشان ہیں، جن کی عزیمت اور استقامت عالی شان ہے، جس کے ہزاروں بچے دہشت گردی کا نشانہ بن چکے ہیں، جب ان کے بھائی بہنوں سے کہا جاتا ہے کہ افسوس، آپ کے بھائی بہن کم سنی میں ہی مار دیے گئے تو کہتے ہیں کہ حسبی اللہ ونعم الوکیل۔ ایسی استقامت تو قرون اولیٰ کی یادیں تازہ کرتی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ بچے اور ان کے ہر طرح کے بڑے حماس کے ساتھ ہیں۔

اس وقت اسرائیل ہو یا امریکہ، ان کی حالت مضحکہ انگیز ہوتی ہے جب وہ اسی دہشت گرد حماس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ مذاکرات کی میز پر آتے ہیں۔ دلائل کا تبادلہ ہونے لگتا ہے تو دہشت گردی کا ارتکاب اسرائیل اور امریکہ کی طرف سے ہوتا ہے اور مذاکرات کی بساط الٹا دی جاتی ہے۔ دوحہ میں یہی کچھ ہوا ہے۔ مذاکرات کے دور کے اختتام پر بارہ گھنٹے کا وقت حماس نے طلب کیا اور عمارت سے نکل گئے۔ ثالث اور تیسرے فریق اسرائیل نے حملہ کردیا۔ دنیا نے کہا کہ یہ اسرائیل کی دہشت گردی ہے جو امریکہ کی رضامندی سے کی گئی ہے۔ گویا دہشت کے سرپرست امریکہ نے کام دکھایا۔

اس کے باوجود حماس نے پلان پر ردعمل ابتدائی سوچ بچار کے بعد دیا۔ اس دوران میں کہا گیا بل کہ دھمکیوں کا سلسلہ دراز کیا گیا۔ حماس نہ مانی تو اسے نیست و نابود کردیں گے۔ صدر ٹرمپ نے اپنے مسل دکھائے۔ وہ کسی وقت میں ریسلنگ کے رنگ ماسٹر رہے ہیں۔ ''حماس کو شکست دیں گے'' یوں کہا گیا جیسے صدر ٹرمپ غزہ پر ایٹمی حملہ کر دیں گے۔

اسی دوران میں اگست میں شروع کیا گیا غزہ سٹی خالی کرانے کے لیے بڑے حملے کا اعلان بڑے طمطراق سے کیا گیا۔ سب ڈر بھی رہے تھے اور دیکھ بھی رہے تھے کہ حملہ ہوا تو غزہ کے لوگ بے موت مارے جائیں گے، حماس زیر کرلی جائے گی، اس کی قیادت گرفتار کر کے دنیا کے سامنے لائی جائے گی، زمینی حملے کو اب دوسرا مہینہ بھی گزرنے کو ہے۔ انہیں صومالیہ اور صومالی لینڈ منتقل کرنے کا خدائی دعویٰ کرنے والے ابھی بھی حملہ ہی کررہے ہیں۔ نہتے اور بے گناہ اہل غزہ مارے جارہے ہیں۔ ان پر حملے میں ہر طرح کی ٹیکنالوجی استعمال میں ہے۔ مصنوعی ذہانت (AI) سے پتہ لگایا جارہا ہے کہ غزہ کے لوگ کہاں ہیں، ڈرون، کواڈ کاپٹر، مسلح فوج، کرائے کے قاتلوں کے گینگ، توپ خانہ اور ٹینک ڈویژن، جنگی طیارے، ہیلی کاپٹر اور مائیکروسافٹ کی مہارت، سب مارنے والوں کے نام ہیں۔ ہوائی جہاز پمفلٹ گرارہے ہیں کہ مارے جاؤ گے، غزہ سٹی خالی کردیں۔ لیکن کسی قسم کی کارروائی، دہشت گردی یا دھمکی کارگر نہیں۔ غزہ سٹی پر قبضہ بنیامین کا خواب تھا اور خواب ہی رہنے کی توقع ہے۔ (ان شاء اللہ)

ان حالات میں بازو مروڑ کر امن لانے کا خیال عجیب ہے۔ اسرائیل پر وزیر اعظم بنیامین نیتن یاہو نے امریکہ میں ٹرمپ پلان قبول کرلیا۔ اسرائیل جا کر عبرانی میں خطاب کیا اور تحفظات کا اظہار کردیا۔ منافقت، عیاری اور بے حمیت کا بنیامین ثبوت بن کے سامنے ہیں۔

حماس اس سال کے شروع سے چند نکات پر مسلسل ایک ہی بات کررہی ہے۔ حماس کہہ رہی ہے کہ اسے اسرائیل کے ان افراد کی مسلسل حراست سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ سارے یرغمالی رہا کرنے پر تیار ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اسرائیل حملے بند کرکے غزہ سے نکل جائے۔ فلسطینی عوام پر بلا جواز دباؤ ختم کیا جائے کہ وہ غزہ خالی کردیں۔

ایک ملک کے باسیوں سے کس طرح کہا جارہا ہے کہ وہ اپنا ہی ملک خالی کر دیں کیوں کہ یہاں دنیا کے دولت مندوں کے لیے ساحلی تفریح گاہ بنائی جاتی ہے۔ حماس اس مطالبے کے خلاف ہے۔ غزہ کے متبادل انتظام بھی ہو جائے تو حماس کو اعتراض نہیں ہے۔ لیکن یہ متبادل انتظام صرف اور صرف فلسطینی ہو۔ حماس جنگ بندی پر بھی رضامند ہے لیکن یہ قدم اسرائیل کی فوج کے غزہ سے نکل جانے اور شاید اب مسلح گینگز کو بھی غیر مسلح کرنا ہوگا۔

اس بیس نکاتی مجوزہ منصوبہ برائے امن میں کہا گیا ہے کہ معاہدہ کو دونوں فریق حماس اور اسرائیل قبول کر لیں تو غزہ میں فوری جنگ بندی دونوں کی طرف سے ہوگی۔ اس میں ایک رکاوٹ آسکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسرائیل کی فوجیں ایک ''طے شدہ لائن'' پر چل یجائیں گی۔ یہ طے شدہ لائن ابھی طے ہونا باقی ہے۔ اسرائیل کو غزہ سٹی پر قبضے سے پہلے ہی فتح کا خواب ٹوٹتا دکھائی دے رہا ہے۔ اس فتح کا دُور دُور تک امکان نظر نہیں آرہا۔ وہ تلملا رہا ہے اور مکمل طور پر غزہ سے اور اس کے اطراف یعنی اہم مقامات سے نکلنے سے انکار کر رہا ہے۔ دوسری طرف سمندر کی طرف سے فلاڈلفیا کوریڈور کے کئی کلومیٹر حصے کو اپنے ہی قبضہ میں رکھنا چاہتا ہے۔ اگر وہ اس ایریا کو خالی کر دے تو غزہ کی ناکہ بندی جاری نہیں رکھی جاسکتی۔ وہ اپنی شکست بھی تسلیم کرنا نہیں چاہتا حالاں کہ معاہدہ ثابت کر رہا ہے کہ حماس کو نکالنے کے لیے جو کچھ کہا، لکھا اور سنا جارہا ہے، وہ غیر حقیقت پسندانہ ہے۔

حماس نے واضح کیا ہے کہ وہ اسرائیل کے مکمل انخلاء کے بغیر اپنے ہتھیار کسی کے حوالے نہیں کرے گی۔ البتہ وہ جنگ بندی کا مکمل احترام کرے گی۔ وہ اپنے دفاع کے حق سے دست بردار نہیں ہوگی۔ کہا گیا ہے کہ حماس کے ایسے ارکان جو پر امن رہنا چاہتے ہوں، اپنے ہتھیار رکھ دیں تو انہیں معافی دے دی جائے گی۔ یہ بھی ایک اور مصحکہ خیز بات ہے۔ اپنے ہی وطن، اپنی سرزمین اور اپنے لوگوں کا دفاع کرنے والوں کو کہا جائے کہ معافی مانگو۔

معاہدے میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ اسرائیل نے ایک لاکھ کے قریب فلسطینی شہید اور اس سے زیادہ زخمی کیے، ہر عمارت تباہ کر دی۔ ان سب کا معاوضہ بصورت ہرجانہ وہ ادا کرے گا۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ اسے ہر جان کا ہرجانہ ادا کرنا ہوگا۔ وہ بین الاقوامی عدالت کا باقاعدہ مسلمہ مجرم ہے۔ پورا اسرائیل مجرم ہے۔ وہ کم از کم زندہ لواحقین کو یہ ہرجانہ ادا کرے۔ وہ غزہ سٹی چھوڑ کر سمندر پار جانے والوں کو بھاری معاوضوں کی رشوت پیش کر رہا ہے۔ اس کے رئیل اسٹیٹ سرمایہ دار غزہ میں زمین خریدنے کی تیاریوں میں تھے۔ اب ان کے ارمان دل میں ہی رہ گئے اور یہ سرمایہ دار دغا کر کے بھی رسوا ہو گئے۔ فلسطین کو معاوضہ ملنا ضروری ہے۔

امن منصوبے کی ابتدائی شقوں میں سے ایک میں کہا گیا ہے کہ غذائی امداد فوری طور پر غزہ بھیجی جائے گی۔ گویا باقاعدہ تسلیم کیا جارہا ہے کہ ایک پوری یا تیس لاکھ کی آبادی کو بھوک اور پیاس کے قحط میں مبتلا کر دیا گیا۔ اس مصنوعی قحط کے ذمہ داروں پر بھی لازم ہے کہ وہ نسل کشی اور انسان کشی کا ہرجانہ ادا کریں۔ وہ بھوک سے ہڈیوں کا پنجر بن جانے والوں کو ان کا جرم بتانے، وہ ماؤں کی گود میں ان کے تڑپتے شیر خوار بچوں کے حلقوم خشک ہو جانے کی قیمت ادا کریں۔ کیا وہ ایسا کر سکتے ہیں، کریں گے، کسی ایک ممتا کے اجڑنے کے دکھ کا مداوا کر سکیں گے؟ یہ ظالم جبہ و دستار والے اس جبر کے ٹوٹنے کا محض نظارہ ہی کر سکیں گے۔؟

منصوبہ کہتا ہے کہ یرغمالی 72 گھنٹوں میں زندہ اور مردہ رہا کیے جائیں گے۔ پورا منصوبہ ان یرغمالیوں کی بازیابی کے گرد ہی تو گھوم رہا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اسرائیل 250 ایسے فلسطینی رہا کرے گا جن کو عمر قید کی سزائیں سنائی گئیں، 1700 ایسے قیدی رہا کرے گا جن کو سات اکتوبر 2023ء کے بعد مختلف مقامات سے گرفتار کیا گیا تھا۔ ان میں مرد، خواتین اور بچے شامل ہوں گے۔ اسرائیل ان 15 فلسطینیوں کو بھی رہا کرے گا جو اس کے ٹارچر کا سامنا کرتے، تشدد کے، ظلم کے ہتھکنڈے برداشت کرتے جان جانِ آفرین کے سپرد کر گئے۔

ہم یہاں اس بات کی شدید مذمت ضرور کریں گے کہ ایک طرف یہ امن منصوبہ پیش کیا جارہا ہے، دوسری طرف بدطینت اسرائیل نے گلوبل صمود فلوٹیلا کا علم اٹھانے والی سماجی ورکر گریٹا تھن برگ کو بھی شدید تعذیب کا نشانہ بنایا ہے، انہیں مار پیٹ کے دوران اسرائیلی پرچم کو چومنے پر مجبور کیا گیا جو ان کے سامنے زمین پر پھیلایا گیا تھا۔ اسرائیل جو چاہے، کر لے، وہ اس ایک دوشیزہ کی برپا کردہ فلوٹیلا تحریک کا سامنا اب تک کر رہا ہے۔ دنیا بھر میں عوام سڑکوں پر ہیں اور اس خاتون اور فلسطین سے اظہار یکجہتی کر رہے ہیں۔ گریٹا نے واقعی گریٹ ہونے کا ثبوت اپنے غیر متزلزل عمل اور کردار سے دیا ہے۔

دنیا کا ایک مطالبہ یہ بھی ہے کہ ہیگ ٹربیونل کے کام کا وقت آگیا ہے۔ اسرائیل کے فوجی اور سیاسی مجرموں کو اس کے کٹہرے میں لایا جائے۔ اسی کے امکانات ختم کرنے کے لیے امریکہ مسلسل دباؤ ڈال رہا ہے۔ صدر ٹرمپ صدر کم اور دھمکی باز زیادہ نظر آرہے ہیں۔ وہ غیر ملکی صدور اور وزرائے اعظم کی علامتی، حقیقی اور موقع پر توہین کر رہے ہیں۔ صدر پیوٹن کے حالیہ دورے امریکہ پر جب وہ پہنچے تو ان کے لیے ایک باریک قالین بچھایا گیا تاکہ وہ تھکن زدہ اتریں تو فوری لڑکھڑا جائیں۔ ٹرمپ خود فاصلے پر موٹے قالین پر کھڑے رہے۔ دنیا کو چاہیے کہ سفارتی آداب بھول جانے کے مرض میں مبتلا اس صدر کو ہیگ ٹربیونل پر اثر انداز نہ ہونے دے۔

آخری بات لیکن بہت اہم بات، دنیا کو چاہیے، اقوام عالم کو چاہیے، عالمی اداروں کا بھی فرض ہے کہ اسرائیل کو موقع لینے نہ دے کہ وہ پھر سے غزہ کی ناکہ بندی کرے۔ اس کے لیے ترکیے، مصر اور یمن کو کردار ادا کرنا ہوگا تاکہ سیاسی عمل، طاقت کے توازن کے بگڑے ترازو کو قدرے متوازن کیا جاسکے۔

ان دنوں مغربی کنارے سے ایک ویڈیو وائرل ہو رہی ہے، اس میں دیکھا جاسکتا ہے کہ دُرہ (Dura) کے علاقے میں اسرائیل کے بے لگام فوجی ایک فلسطینی نوجوان کو وحشیانہ انداز میں ٹھڈوں سے مار رہے ہیں۔ اس کا جرم یہ تھا کہ اس کے موبائل میں فلسطینی شہداء کی تصاویر تھیں۔

اس قابض اسرائیل کو خبر ہونی چاہیے کہ وہ شیخ احمد یٰسین، ڈاکٹر عبدالعزیز رنتیسی، اسماعیل ھنیہ، ابراہیم سنوار کو شہید تو کر چکا، لیکن ان کی یادوں کو فلسطینی زندگی سے کھرچنے میں کبھی کامیاب نہ ہوگا۔

صورت حال: شان اوگریڈی

ٹرمپ کا 20 نکاتی غزہ امن منصوبہ

گیم چینجر یا صرف دعویٰ؟

ڈونلڈ ٹرمپ نے ہمیشہ کی طرح کم پر قناعت نہ کرتے ہوئے اپنے غزہ امن منصوبے کے 20 نکات یوں پیش کیے، گویا یہ 20 منزلہ شاندار اپارٹمنٹ بلاک ہو، ان کے کیریئر کی سب سے دلیرانہ 'رییئل سٹیٹ' ڈیل، جس کے لیے پوری دنیا ان کی منتظر تھی اور جسے گویا صرف وہی تعمیر کر سکتے ہیں۔

بقول ان کے، ''ہزاروں برس'' کے تنازعے کے بعد امن اب ''انتہائی قریب بلکہ اس سے بھی آ گے'' ہے۔ اعلان کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ''یہ بڑا، بہت بڑا دن ہے، ایک خوبصورت دن، بلکہ 'تمدّن کی تاریخ کے ممکنہ طور پر سب سے عظیم دنوں میں سے ایک۔

اور پھر اپنے مخصوص 'انکسار' کے ساتھ ٹرمپ نے کہا کہ وہ خود ''بورڈ آف پیس'' کے سربراہ ہوں گے، یہ پہلی بار ہے کہ امریکی صدر نے خود کو کسی غیر موجود ادارے کا چیئرمین نامزد کیا ہے: 'اس کی قیادت کریں گے ایک صاحب جنہیں صدر ڈونلڈ جے ٹرمپ کہا جاتا ہے۔۔۔ یہی میں چاہتا ہوں، کچھ اور کام باقی ہے، مگر یہ اتنا اہم ہے کہ میں خود کرنے کو تیار ہوں۔''

انصاف کی بات یہ ہے کہ یہ تاریخی یا کم از کم ممکنہ طور پر تاریخی قدم ہے۔ اس پیمانے پر، اتنے ناموافق حالات میں، کامیابی کی کسی بھی امید کے ساتھ اس سے پہلے کسی صدر، حتیٰ کہ جمی کارٹر یا بل کلنٹن نے بھی آغاز نہیں کیا۔ ٹرمپ واقعی ایک بڑے بین الاقوامی اشتراک کو ساتھ لا رہے ہیں، جن میں ٹونی بلیئر بھی شامل ہیں، جن کے بارے میں اکثر کہا جاتا ہے کہ مشرقِ وسطیٰ کے جھگڑوں کا ان کے پاس شاید غلط قسم کا وسیع تجربہ ہے۔

ٹونی بلیئر کے مخالف ان پر عراق کی غیر قانونی جنگ کے باعث ''جنگی مجرم'' ہونے کا ٹھپہ کبھی نہیں اتاریں گے اور بلیئر بھی صدام حسین سے دنیا کو نجات دلانے پر معذرت نہیں کریں گے، مگر یہ سب موجودہ سفارت کاری میں رکاوٹ نہیں بنے گا، وہ اقوام متحدہ۔ امریکہ۔ یورپی یونین۔ روس کے ایلچی کے طور پر خطے اور دیگر جگھوں پر صلح جوئی کی کوششیں کریں گے۔

بعید نہیں کہ وقت آنے پر وہ اور ٹرمپ، یا زیادہ منصفانہ بات یہ کہ مجوزہ ''بورڈ آف پیس'' کے ممتاز ارکان، نوبیل امن انعام کے امیدوار ٹھہریں۔

تاہم سچ پوچھیں تو ہم، خود ٹرمپ کی طرح، ضرورت سے بہت آ گے نکل رہے ہیں۔

’’بورڈ آف پیس‘‘ کا باقاعدہ نام بھی طے نہیں ہوا اور خبریں بتاتی ہیں کہ حماس نے منصوبہ دیکھا تک نہیں (اگرچہ بڑا حصہ تو انٹرنیٹ پر موجود ہے)۔ یہ سب کہیں یوں بھی ثابت نہ ہو کہ ٹرمپ اور بنیامین نیتن یاہو غزہ کی تباہی کی تکمیل بلکہ پورے فلسطینی وجود، کے جواز کے لیے ایک مفصل داستان سنا رہے ہوں۔ اگر حماس نے منصوبہ رد کیا یا جیسا کہ نتن یاہو نے کہا، اس سے کھیلنے کی کوشش کی، تو اسرائیل کو امریکہ کی کھلی حمایت حاصل ہوگی کہ ’’کام تمام کرے۔‘‘

ٹرمپ نے چاہا تو ضرور کہ حماس کے بڑے پشت پناہ ایران کو ساتھ لے آئیں، مگر نہ ایران شامل ہوا، نہ حزب اللہ۔ حماس سے کہا جا رہا ہے کہ وہ ہتھیار ڈالے، اسرائیلی یرغمالیوں کو رہا کرے، غزہ کی حکمرانی کے سارے دعوے واپس لے اور عملاً ایک عام جمہوری سیاسی جماعت بن جائے یا اسرائیلی نقطۂ نظر سے زیادہ مناسب حل یہ ہے کہ منظر سے غائب ہو جائے۔

مگر جو دیکھا ہے وہ یہ کہ حماس کو اپنے لوگوں کی اموات، چاہے بمباری سے ہوں یا قحط سے، روک نہیں پاتیں۔ اس لیے غزہ کے شہریوں کی اذیت کو بطور دباؤ استعمال کرنا کارگر نہیں ہوگا۔ سات اکتوبر 2023 سے اب تک یہ حکمتِ عملی ناکام رہی ہے، جب حماس نے اپنے حملوں کے ذریعے اسرائیل کو جنگ پر مجبور کرنے کا مقصد حاصل کر لیا تھا۔

شام ابھی ساتھ نہیں، یمن کے حوثی مسلسل چھیڑ چھاڑ پر آمادہ ہیں۔ فلسطینی اتھارٹی اور صدر محمود عباس کو بھی اس عمل میں وہ درجہ نہیں دیا گیا جس کے وہ حق دار ہیں۔

امن کے ہر عمل کی ایک اور بنیادی شرط، چاہے شمالی آئرلینڈ ہو، سابقہ یوگوسلاویہ یا وسطی افریقہ، یہ ہے کہ اس میں اتنا وزن ہو کہ خودکش دھماکوں، قتل و غارت اور جنگی جرائم کے باوجود پٹڑی سے نہ اترے۔ اگر یروشلم میں ایک خودکش جیکٹ والے کی واردات ہی ٹرمپ کے امن منصوبے کو اڑا دے، کیونکہ باقی فریق فوراً ردعمل میں سب کچھ بڑھا دیں، تو یہ عمل وہیں ٹھپ ہو جائے گا۔ سب کی برداشت کڑی آزمائش سے گزرے گی۔

یہ سب کہنے کے بعد بھی حقیقت یہ ہے کہ جیسے ہر امن منصوبے کے ساتھ ہوتا ہے، فی الحال یہ واحد مسودہ ہے، لہٰذا حمایت کا مستحق ہے، چاہے بلیئر کے ناقدین ہوں یا ٹرمپ کے مستقل مخالف۔ امید کی ایک کرن بہرحال موجود ہے۔ نتن یاہو کو دیے گئے ٹرمپ کے ’’بلینک چیک‘‘ اور اسرائیلی وزیراعظم کی چاپلوسانہ تعریفوں کے باوجود ٹرمپ اپنے پرانے دوست ’’بی بی‘‘ سے اکتا چکے ہیں۔

اسرائیل درحقیقت جنگ ’جیت‘ نہیں رہا اور یہ جنگ خلیج کے مالدار ممالک میں ٹرمپ کی سفارتی، معاشی اور ذاتی امنگوں کے آڑے آ رہی ہے۔ غالباً اسی لیے انہوں نے نیتن یاہو سے کہا کہ قطر کے وزیراعظم کو فون کر کے اس میزائل حملے پر معافی مانگیں، جس میں حماس کے مذاکراتی وفد کو، جو قطر کی میزبانی میں وہاں تھا، نشانہ بنایا گیا۔ یہ داؤ شاید صرف ٹرمپ ہی چل سکتے تھے۔

اسرائیل کی داخلی سیاست اور نتن یاہو کی گرتی مقبولیت بھی اس عمل میں مدد دے سکتی ہے۔ اسرائیلی فوجی کمانڈرز بھی سکھ کا سانس لیں گے کہ اب انہیں وہ احکامات نہیں ماننے پڑیں گے، جن پر ان کا یقین نہیں۔ مصر اور اردن کا وزن بھی کم نہیں، اگر غزہ میں لڑائی جاری رہتی تو انہیں اپنے دیرینہ امن معاہدوں پر نظرثانی کرنا پڑتی۔

ہم سب جانتے ہیں کہ ٹرمپ ناقابلِ اعتماد مزاج کے حامل ہیں اور ان کی ولادی میر پوتن کے بارے میں خوفناک غلط فہمی نے مغرب کے امن و امان کو بڑا خطرہ لاحق کیا، مگر اس معاملے میں انہوں نے ٹونی بلیئر اور دیگر شرکا کے ساتھ، احترام اور وسیع حمایت حاصل کی ہے۔ اب چاہیں تو اپنی تمام خودستائشی ٹرافیاں سنبھال لیں۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ فلسطینیوں کو غزہ سے بے دخل کر کے ان کی سرزمین کے ایک حصے کو ساحلی ریزورٹ بنانے کا ٹرمپ کا ہولناک منصوبہ ترک ہو چکا ہے اور ایک نئے خاکے نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ صرف یہی بات اسے واقعی ’بڑا، خوبصورت دن‘ بنا دیتی ہے۔

[بشکریہ: انڈی پنڈنٹ اردو]

پس پردہ: ثامر بل

ٹرمپ کا غزہ پلان: ٹونی بلیئر حکمران؟

حماس کو نکالنے والے غزہ سے بے دخل ہوں گے

ٹونی بلیئر نے مقبوضہ مغربی کنارے میں جیریکو کے قریب ایک ایگرو انڈسٹریل پارک کا پلان تیار کر کے اسرائیلی حکومت کے حوالے کیا ہے۔ اس پلان کے ذریعے اشیاء کو خلیج بذریعہ اردن بھیجا جائے گا۔ ایک اور انڈسٹریل پارک ہیبرون (الخلیل) میں بنانے کا منصوبہ ہے۔ تیسرا پارک شمالی جنین میں بنایا جائے گا۔ اس طرح مغربی کنارے میں صدیوں سے آباد فلسطینی آبادیاں خالی کرالی جائیں گی۔

بلیئر نے فلسطینی اتھارٹی، اقوام متحدہ، یورپی یونین، یو ایس ایڈ اور جاپان کو نئے پلان میں سرمایہ کار اور دیگر امور کا شراکت دار بنانے کا اعلان کیا ہے۔ بلیئر کا کہنا ہے کہ ان سب نے ان منصوبوں کی حمایت کا وعدہ بھی کیا ہے۔

ٹونی بلیئر کے مطابق اگر یہ والے پیکجز کام کرتے ہیں، پھر ان جیسے مزید پیکجز کا اعلان بھی کیا جائے گا۔ پھر آہستہ آہستہ سب کی ملی بھگت سے ایسے اعلانات بھی سامنے آسکتے ہیں کہ مغربی کنارہ اب مقبوضہ علاقہ نہیں رہا ہے۔ اس سے اسرائیل کی سیکیورٹی ہرگز متاثر ہونے نہیں دی جائے گی۔ تاہم اردن کی سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی۔

ٹونی بلیئر جو مسلم دشمنی اور یہود نوازی کے لیے دنیا بھر میں بدنام ہیں، مزید کہتے ہیں: ''مجھے پختہ یقین ہے کہ ان اقدامات کے بعد متعلقہ فریقین کے درمیان لازمی مزاکرات ہوں گے۔ اس طرح دو ملکوں کے درمیان قابل عمل اور دیرپا امن قائم ہو سکے گا۔''

آج، بلیئر کے تجویز کردہ صنعتی پارک کے جلامہ Jalamea کے مقام پر برائے نام باقیات ہیں۔ اس جگہ کو کراس کریں تو آگے اسرائیل شروع ہوتا ہے۔ باڑ کے دوسری طرف کی جگہ خالی ہے۔ بعض ترک سرمایہ کار فلسطینی اتھارٹی کے ذریعے یہاں سرگرم ہیں۔

وہ جنین میں صنعتی شہر قائم کرنا چاہتے ہیں۔ فی الحال یہاں چند سڑکیں اور کچھ ویئر ہاؤسز موجود ہیں۔

2008ء میں بلیئر اس بات کا کریڈٹ لینے کے چکر میں تھے کہ انہوں نے مغربی کنارے میں اسرائیلی فوج کی طرف سے بنائے گئے روڈ بلاک کی تعداد کم کرادی ہے۔ ان کی تعداد 898 سے کم کر کے 600 کر دی گئی ہے۔ اب پھر ان کی تعداد 898 ہے۔ ان میں فوجی چیک پوائنٹس، فلسطینیوں کے دیہات کے اردگرد درجنوں کراسنگ گیٹ بھی شامل ہیں۔ جہاں سے تلاشی اور پرمٹ کے بغیر گزرنا ہی ناممکن ہے۔

ان علاقوں میں آبادکار ملیشیا پھرتے اور فلسطینیوں کو ہراساں کرتے رہتے ہیں۔ وہ پولیس اور قابض فوج کی پشت پناہی سے فلسطینیوں کو ان کے گھروں، کاروبار اور زمینوں سے بے دخل کرتے رہتے ہیں۔ وہ ان پر ملکیت کے غیر قانونی دعوے کرتے ہیں اور قابض انتظامیہ انہیں پورا کر دیتی ہے۔ زمینوں پر وہ چرواہے بن کے آتے ہیں۔ ان کی سرپرستی اسرائیلی وزیر خزانہ بزازیل سموٹریک کرتے ہیں۔ انہیں مغربی کنارے کی انتظامیہ کا مکمل کنٹرول حاصل ہے۔

ادغام کا ابتدائیہ:

یہ ساری کارروائیاں اسرائیل کی طرف سے مغربی کنارے کو اپنے اندر ضم کرنے کے لیے کی جاتی ہیں۔ اسے آپ ادغام کا ابتدائیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس طرح وہ مغربی کنارے کے ایریا سی کو مکمل ادغام کے لیے تیار کر رہے ہیں۔

جنین میں لگ بھگ 40 ہزار فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے جبراً بے دخل کر دگیا

ہے۔ ان کے گھر مسمار کر دیے گئے ہیں۔ طولکرم اور نور شمس میں بہت زیادہ مداخلت کی گئی ہے۔ اسرائیلی فوج نے ان علاقوں میں آپریشن ’’آئرن وال‘‘ انہی مقاصد کے لیے کیا جا رہا ہے۔

2009ء میں ٹونی بلیئر کو ایوارڈ سے نوازا گیا تھا جسے ان کا متوقع منصوبہ یا اس بچے کا انعام کہا جا سکتا ہے، جو اس وقت پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اسے دس لاکھ ڈالر کی رقم ادا کی گئی۔ یہ ان کی لیڈری کا انعام تھا جس کا مظاہرہ وہ اسرائیل کے لیے انجام دے رہے تھے۔ کہا گیا کہ یہ ان کی فاؤنڈیشن کی ’’مذہبی خدمات‘‘ کا اعتراف ہے۔

اب غزہ میں جاری دو سال کی نسل کشی کے بعد اور غزہ کو ملبے کا ڈھیر بنانے پر بلیئر دوبارہ اپنی تخریب میں لگ چکے ہیں۔ دو عشروں کے بعد وہ اپنے پیکجز کو پھر سے ترتیب دے رہے ہیں۔ وہ مشرق وسطیٰ میں کام کرنے والے واقعی ہوشیار کاریگر ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ وائٹ ہاؤس ان سے مشاورت کرتا ہے اور وہ صدر ڈونلڈ ٹرمپ سے براہ راست بات چیت کر رہے ہیں۔ وہ ان کے داماد جیرڈ کشنر سے خصوصی رابطے میں ہیں۔ ان سب کی تجویز پر ہی غزہ سٹی خالی کرانے کے لیے شدید ترین بمباری نہتے فلسطینیوں پر جاری ہے تاکہ یہ وہاں سے نکلیں اور وہاں ٹرمپ کی ساحلی تفریح گاہ بنانے کا کام بلیئر کی نگرانی میں شروع ہو سکے۔

یہ ساری حکمت عملی 38 صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے جنگ کے بعد کا غزہ قرار دیا گیا ہے جس سلائیڈ ڈیک میں یہ حکمت عملی موجود ہے، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فلسطینیوں کو مارنے کا یہ کس قدر ظالمانہ منصوبہ ہے۔ اس میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ یہ غزہ ہے جہاں فلسطینی رہتے ہیں۔

اکتوبر 2023ء سے غزہ کو موت کی پہلی لیبارٹری میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک خوفناک سبق ہے کہ جنگ کے اصول کس طرح سے از سر نو لکھے جاتے ہیں۔ ڈرونز اور روبوٹس کے استعمال سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ انسانوں کو ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ آرٹی فیشل انٹیلی جنس استعمال کر کے کس طرح معلوم کیا جا سکتا ہے کہ فلسطینی کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ کس طرح سے لوگوں کو بھوک سے مارا جا سکتا ہے اور انہیں امداد تقسیم کے نام نہاد مراکز پر جمع کر کے ان میں موت بانٹی جا سکتی ہے۔ لوگوں کی مزاحمت کو کس طرح سے توڑا جا سکتا ہے، کس طرح سے صحت و تعلیم کے مراکز تباہ کیے جا سکتے ہیں۔ کس طرح سے پوری قوم کو بے گھر کیا جا سکتا ہے۔

جوزف منگلی نازی ڈاکٹر تھے۔ انہوں نے Auschwitz میں قیدیوں پر موت طاری کرنے کے تجربات کیے۔ اس نے اپنے کارکردگی کے طریقوں کو اپنی کامیابی قرار دیا۔

اب غزہ میں فلسطینی لوگوں پر مختلف تجربات ہونے جا رہے ہیں۔ ان کا فوکس ہے کہ کس طرح سے دبئی طرز کے میگا پراجیکٹس مکمل کیے جائیں جن سے 324 ارب ڈالر حاصل ہو سکیں۔

غزہ کے حکمران:

اس سلائیڈ ڈیک کے بارے میں خصوصی نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ بہیمت کا ڈیسک ہے جس میں رحم کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس میں کہیں ذکر بھی نہیں کہ غزہ فلسطینیوں کا مادر وطن ہے۔ اس کے لکھنے والے زار روس کے زمانے کے اخلاقی معیارات کو بھی بہت پیچھے چھوڑ چکے ہیں۔ ماسکو کے باہر کیا ہو رہا تھا اور وہ بھی تب کہ زار نکولس دوم تخت افروز ہوا تھا۔

پانچ لاکھ کے قریب روسی خوراک اور بادشاہ سے انعامات کی امید لے کر Khodynka جمع ہوئے تھے۔ مبینہ طور پر ڈبل روٹی کے رول، ساسیجز، لہسن کی روٹیاں اور دیگر غذا کے کپ وہاں جمع کیے گئے تھے۔ جب یہ افواہ اڑی کے بیئر کی مقدار کم یا کافی نہیں ہے اور Petzels بھی ہر کسی کے لیے نہیں ہیں، اینمل کیب میں سونے کے سکے ہیں، ایک افراتفری مچ گئی، 1200 افراد قدموں تلے روندے گئے اور 20 ہزار زخمی ہو گئے۔

بادشاہ اور ملکہ نے کوئی نوٹس نہ لیا اور جو منصوبہ بنا تھا، اس میں جُت گئے۔ وہ بالکنی میں لوگوں کے سامنے آئے جہاں ہجوم در ہجوم لوگ جمع تھے۔ اس دوران لاشیں ہٹا دی گئی تھیں۔

یہ ایسی ہی صورت حال ہے کہ آج کے بادشاہ غزہ کے موت کے گھاٹ اترتے فلسطینیوں کے سامنے ظاہر ہو رہے ہیں۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ زار نکولس کے سامنے جو لوگ مارے گئے تھے، وہ بہت محدود تھے۔

ٹرمپ کا کہنا ہے کہ اسے دبئی طرز کا ونڈر لینڈ غزہ کی جگہ چاہیے۔ وہاں اب تک 63000 تازہ قبریں بن چکی ہیں۔ یہاں اپنے وقت کے بے رحم سائیکو پیتھ جمع ہیں جن میں انسانیت نام کی کوئی شے نہیں ہے۔ وہ نہ زندہ کی قدر کرنے والے ہیں اور نہ ہی مردہ کی۔ وہ صرف یہ جانتے ہیں کہ ان قبروں پر ان کے لیے ایک جنت بننے والی ہے۔ یہ جنت اب ’’ایران کی پراکسی‘‘ نہیں رہے گی۔ یہ اب ابراہام کے اتحادیوں کے لیے حماس سے خالی جگہ ہو گی۔ اس میں زیادہ تعداد فلسطینیوں کی بھی نہیں رہے گی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جتنی تعداد میں فلسطینی یہ جگہ چھوڑیں گے، زندہ یا مردہ، اتنی ہی یہ جگہ ارزاں ہو گی۔ ہر جانے والے فلسطینی کو منصوبے کے مطابق 23 ہزار ڈالر ملیں گے۔ ایک فیصد آبادی کو نئے مقام پر جانے پر 50 کروڑ ڈالر مجموعی طور پر ملیں گے۔ فلسطینیوں کو غزہ سے اپنی جگہ چھوڑنے کے منصوبے کے مطابق 5 ہزار ڈالر ملیں گے۔ جو وہ کسی دوسرے ملک میں رہنے کے کرائے کی صورت ادا کر سکیں گے۔ یہ کرایہ چار سال کا ہو گا اور اس میں ایک سال خوراک کھا سکیں گے۔ اس پلان کے تیار کرنے والوں کے بارے میں خبر ہے کہ وہ اسرائیلی ہیں۔ مبینہ طور پر یہ تجویز مائیکل آئزن برگ کی نگرانی میں تیار کی گئی ہے۔ یہ اسرائیلی امریکن رئیل اسٹیٹ سرمایہ کار ہے۔ دوسرا نام لائرن ٹینک بین کا ہے جو تاجر اور سابقہ فوجی انٹیلی جنس افسر ہے۔ ان کے نام ME اور LT سے پہچانے جاتے ہیں۔ پورا نام کوئی نہیں لیتا۔ ان کا نام سلائیڈ ڈیک کے پہلے صفحہ پر درج ہے۔ ایک تیسرا نام TF ہے۔

مائیکل اور لائرن دونوں اسرائیلی افسروں کے ایک گروپ سے ہیں اور اب کاروباری ہیں۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے غزہ خوراک فاؤنڈیشن (GHF) کا خیال پیش کیا تھا۔ اس بارے میں 2023ء کی نیویارک ٹائمز کی رپورٹ موجود ہے۔

غزہ کی نئے سرے سے ڈویلپمنٹ کا پلان اپریل کے آخر میں اسی سال مکمل کیا گیا ہے۔ اسے تیار کر کے ٹرمپ انتظامیہ کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ یہ بات واضح نہیں ہے کہ نئی تجاویز پر بلیئر اور کشنر کے درمیان اجلاس ہوا ہے یا نہیں، دونوں ملے جلے آئیڈیاز پیش کرتے رہے ہیں۔

ناکامی مقدر؟

بلیئر کو یہ احساس کرنا چاہیے کہ جب بھی حماس سے خالی غزہ منصوبہ تیار کیا جائے گا، ناکامی اس کا مقدر ٹھہرے گی۔ خود بلیئر کی حکومت آخری وقت تو تک آئرش ری پبلکن آرمی

(IRA) سے مزاکرات کرتی رہی۔ غور کیجیے کہ کوئی بھی ان کے پاس اس خیال سے آیا کہ وہ شارٹ سٹرینڈ کو آئی آر اے سے خالی کرا دے گا جو کہ آئی آر اے سے کا مرکز تھا، یا وہ پورے مغربی بلفاسٹ میں ایسا کرنے کا دعویٰ رکھتا تھا، وہ نا کام رہا۔

برطانیہ کے تین وزرائے اعظم مارگریٹ تھیچر، جان میجر اور ٹونی بلیئر امن کے عمل میں شامل رہے لیکن نتیجہ بدامنی تھا۔ اس بات کا اعتراف کہ ڈبلن کا شمال میں کردار رہا، تھیچر کی کامیابی تھی۔ پھر جان میجر کے زیر سایہ بہت سا کام ہوا۔

ڈیری (Derry) میں مائیکل اینکرام، جان میجر کابینہ کے اہم وزیر اور آئی آر اے لیڈر مارٹن گون نس کے درمیان مزاکرات کے کئی ادوار ہوئے۔ اینکرام نے بتایا کہ یہ مزاکرات کیسے رہے؟ وہ بہت مایوس تھے۔ وہ اس وقت حکومتی لائن سے بالکل ہٹ کر سوچ رہے تھے تب برطانیہ ان سب سے ہرگز بات چیت کے لیے رضا مند نہیں تھا، جنہیں وہ دہشت گرد کہتا تھا۔

آئی آر اے نے اس عمل کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ اس وقت ہوا جب برطانیہ نے اعلان کر دیا تھا کہ وہ میز (Maz) جیل سے آئرش آرمی کے قیدی رہا کر دے گا۔ اس وقت اسے سیاسی ضمانتیں دی گئی تھیں کہ انہیں اقتدار میں شامل کیا جائے گا۔ اس کے لیے گڈ فرائیڈے سے معاہدہ ہوا تھا۔

شمالی آئرلینڈ میں ہونے والے معاہدے کو غزہ اور حماس پر اپلائی کر کے دیکھیں، حماس کو دہشت گرد کہہ کے اس پر پابندی لگائی گئی ہے۔ برطانیہ میں بھی ایسے ہی ہے۔ آپ کو کیا ملا؟ یرغمالیوں کے لیے حماس سے مزاکرات ہوتے ہیں اور وہ بھاری تعداد میں قیدیوں کی رہائی کی بات کرتی ہے، آپ تمام مزاحمتی گروہوں سے بات کرتے ہیں تا کہ ایک ٹیکنو کریٹ حکومت بن سکے، تمام یو این ایجنسیز کو بحال کیا جائے، نا کہ بندی ختم کی جائے، غزہ کی تعمیر کے لیے دنیا سے کثیر سرمایہ آئے۔ دوسرے الفاظ میں حماس آپ کو کافی مدت کے لیے خاموش کرا دیتی ہے۔

آپ غزہ پر آئی آر اے کا فارمولا لگا رہے ہیں۔ لیکن اب غزہ پر آپ نے بالکل الٹا راستہ لے لیا ہے۔ آپ کو علم ہو گیا ہے کہ اسرائیل کی پھیلتی ریاست کے لیے آپ کو مسلسل اسلحہ فراہم کرنا ہے۔

حماس کو نکال کر؟

شمالی آئرلینڈ میں اس وقت تک امن قائم نہیں کیا جا سکا تھا جب تک ڈبلن اور واشنگٹن نے مدد نہیں کی۔ آج کا امریکہ تمام ری پبلکن اور ڈیموکریٹ صدور کے ساتھ اسرائیل کو برقرار رکھنے کا ذریعہ ہے۔ امریکہ ہی یہاں دیرپا امن کی راہ میں اصل رکاوٹ ہے۔

حماس کو 2006ء میں فلسطین میں 2006ء سے انتخابات جیتنے کے باوجود اقتدار سے باہر رکھا گیا ہے۔ بلیئر کے کام کو فلسطینی اتھارٹی کے کردار نے زیادہ آسان بنا دیا تھا۔ ہر عرب حکومت اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ وہ فلسطین کے عوام پر ان کی مرضی کے خلاف کوئی حل پیش کرنے میں نا کام ہی رہے۔

دس سال پہلے بلیئر اور خالد مشعل کے درمیان دوحہ میں ملاقات ہوئی تھی۔ بلیئر نمائندہ تھے۔ یہ میٹنگ بعد میں بھی ہوئی لیکن بلیئر اقتدار میں نہ رہے تھے۔

بلیئر ہمیشہ M16 کے سایے میں رہے، وہ ہمیشہ مختلف واقعات کا کریڈٹ لینے کی کوشش کرتے رہے۔

23 ماہ پہلے اسرائیل کی بہت کوشش تھی کہ قوت سے وہ کچھ حاصل کرے جو وہ غزہ کے 17 سالہ محاصرے اور نا کہ بندی کے باوجود بھی حاصل نہ کر سکا۔

آج بلیئر بلاشبہ بہت زیادہ دولت مند شخص ہیں۔ وہ اکثر متمول لوگوں صحبت میں رہنے کے عادی ہیں۔ یہی عادت انہیں ایشن کشنر کے قریب لے گئی۔

بلیئر کے لیے دس لاکھ ڈالرز معمولی رقم ہے۔ مشرق وسطیٰ ان کی بہت سی نا کامیوں کی داستان ہے لیکن یہ اس کے لیے بہت پرکشش بزنس ہے۔

ٹرمپ کی جنت؟

ٹرمپ آج غزہ میں 63 ہزار قبروں پر اپنے لیے جنت بنانے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ لیکن صاف دکھائی دے رہا ہے کہ ان کا غزہ کے لیے پلان فلسطینیوں کی لاشوں پر کامیاب ہوتا دکھائی نہیں دے رہا۔ اس کا حشر بھی ان کے دیگر منصوبوں سے مختلف نہیں ہوگا۔

غزہ کو حماس سے صاف نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح جیسے انگلینڈ سے انگریزوں اور فرانس سے فرانسیسیوں کو صاف نہیں کیا جا سکتا۔

حماس یا اس کی رضامندی کے بغیر غزہ میں کوئی حکومت بن سکتی ہے اور نہ چل سکتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے، زمینی سچ یہی ہے۔ محمد بن سلمان یہاں سڑکیں تو گرینڈ منصوبے کے لیے بنوا سکتا ہے، کچھ اور نہیں کر سکتا۔

ٹرمپ کا خواب ادھورا رہے گا۔ یہ فلسطینی ہولوکاسٹ تو ہو سکتا ہے، کشنر کی ساحلی تفریح گاہ نہیں بن سکتا۔

در پردہ: ابوالعین

امریکہ اور امریکی صدر ٹرمپ کے لیے

تیارشدہ ائربیس اور زرق برق طیارے کے تحفے صہیونی حملہ نہ روک سکے

خلیجی ریاستوں میں قطر واحد ریاست ہے جو دوسری جنگ عظیم سے خصوصی طور پر امریکی افواج کی چھاؤنی چلی آ رہی ہے۔ اس حیثیت میں اسے یہ خیال کرنا کچھ غلط نہیں لگتا کہ مجھے کسی نے کیا کہنا ہے، مجھ پر کون حملہ کرنے کا سوچ بھی سکتا ہے۔ حالیہ ایران امریکہ اسرائیل مناقشت میں ایران نے قطر میں موجود امریکی اڈوں پر میزائل برسائے تو حکومت قطر کو پیشگی اطلاع کر دی تھی کہ ایسا ہونے والا ہے۔

اب بھی وزیراعظم محمد بن عبدالرحمٰن بن جاسم الثانی سوچتے ہوں گے کہ اسرائیل بھی اس پر حملہ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ شاید یہی وجہ بھی رہی ہوگی کہ اسرائیل حماس مذاکرات کے لیے ثالث کے طور پر قطر کا انتخاب کیا جاتا رہا۔

قطر ایک مختصر سی خلیجی ریاست ہے۔ اس نے ڈونلڈ ٹرمپ کو دوبارہ برسراقتدار آنے پر مدعو کیا۔ ٹرمپ کا پہلا سرکاری دورہ تھا۔ ڈالرز کے رسیا ٹرمپ نے یہ دورہ بھی کھربوں ڈالر حاصل کرنے کے لیے ہی کیا تھا۔ ورنہ یوکرائن میں جنگ جاری تھی جس کے صدر کو واشنگٹن بلا کر سراسر سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھ کر خود ٹرمپ نے بہ نفس نفیس ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

ٹرمپ کو قطر میں ریڈ کارپٹ ویل کم کیا گیا، اربوں ڈالر کے امریکہ کے ساتھ معاہدوں پر دستخط ہوئے۔ ایک کھرب چالیس ارب ڈالر کا زرق برق چم چماتا جہاز ذاتی تحفے کے طور پر دیا گیا۔

اسرائیل اور حماس کے مابین مصالحت کار یا ثالث کے طور پر وزیراعظم محمد بن عبدالرحمٰن بن جاسم الثانی نے حماس کے سربراہ خلیل الحیہ سے خود ملاقات کی اور امریکی تجویز کے خدوخال واضح کیے۔ مقصد یہ تھا کہ حماس کو امریکی تجویز پر سیز فائر پر رضامند کیا جا سکے۔ حماس محض سیز فائر کے حق میں نہیں تھی۔ اس کا مطالبہ تھا کہ جنگ بند کی جائے، فلسطینیوں کی نسل کشی روکی جائے اور اسرائیلی قابض فوج غزہ سے نکل جائے، تب ہی یرغمالیوں کی رہائی ممکن ہو سکے گی۔

اسرائیل نے مذاکرات کے مقام پر فضائی حملہ کر کے قطر کو پیغام دیا کہ تمہارے سارے خیال خام تھے اور خود وہ مذاکراتی عمل کو ہی ہڑپ کر گیا۔ حماس نے جب حملے کے دن مذاکرات کی میز چھوڑی تھی تو اس نے جواب دینے کے لیے بارہ گھنٹے کی مہلت طلب کی تھی۔ اسرائیل نے ایک گھنٹے میں جواب دیا کہ وہ کسی تجویز پر، خواہ وہ امریکہ کی ہی ہو، کچھ بھی کرنے کو تیار نہیں ہے۔

قطر کے دارالحکومت پر اس حملے نے سب کو، جملہ قطریوں سمیت حیران و ششدر کر دیا تھا۔ لوگوں کو امید تھی کہ کم از کم اسرائیل ہم پر حملہ نہیں کرے گا۔ اس طرح شام، لبنان، اردن کے بعد اس نے قطر کی حکومتوں کو پیغام دیا تھا کہ ان کا مستقبل ایک جیٹ طیارے اور اس سے برسنے والے میزائیلوں کی زد میں ہے۔

قطر کے وزیراعظم نے جن الفاظ میں اسرائیل کی مذمت کی، وہ انتہائی سخت لب ولہجہ کی غمازی کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کو ریاستی تشدد کی بھی بدترین مثال قرار دیا۔ سی این این کی نمائندہ بیکی اینڈرسن کو انٹرویو میں خبردار کیا کہ اسرائیل کے وزیراعظم بنیامین نیتن یاہو

قطر نے اس صورت حال کو پوری طرح سمجھے بناء یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ بس اب معاہدہ ہونے جا رہا ہے۔ قطر اور اسرائیل کے متعلقہ حکام کے درمیان فون کال صبح 5 بجے مکمل ہوئی تھی۔ حماس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ 12 گھنٹوں میں اپنا جواب دے گی۔ اسرائیل اس مرحلے کو سبوتاژ کرنے کی تیاری مکمل کر چکا تھا۔ وہ کسی قسم کے معاہدے یا ڈیل کو کامیاب دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

ابھی مزاکرات جاری تھے، حماس کی لیڈر شپ نماز فجر کی ادائیگی کے لیے عمارت سے باہر چلی گئی۔ اسی دوران میں عمارت اسرائیل کے میزائیلوں سے لرز اٹھی۔ اسرائیلی انٹیلی جنس سے غلطی یہ ہوئی کہ حماس کی لیڈر شپ نماز کی ادائیگی کے لیے عمارت سے باہر جا چکی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حماس کے راہنماؤں نے اپنے کھلے موبائل فون عمارت میں چھوڑ دیے تھے جن کے سگنلز پر اسرائیل نے فضائی حملہ کر دیا۔

ان مزاکرات سے پہلے قطری وزیر اور حماس کے راہنما خلیل الحیہ کے مابین ون ٹو ون بات چیت ہو چکی تھی۔ مزاکرات سے قبل اس نوعیت کی ملاقات معمول تھی۔ ان میں عمومی طور پر زیر بحث آنے والے امور پر تبادلہ خیال کیا جاتا تھا۔ اس مرتبہ بھی امریکہ نے نئی تجاویز دی تھیں جن سے جاری دو سالہ یکطرفہ جنگ کو ختم کرنا مطلوب تھا۔ اسرائیل ایسی کسی بھی پیش رفت کے خلاف تھا۔ وہ فوجی طور پر غزہ پر قابض ہونا چاہتا تھا۔

اسرائیل کے اس اقدام نے بشرط دیگر امریکہ کو بھی پیغام دیا کہ وہ اپنے مفادات کی راہ میں اس کو بھی خاطر میں نہیں لائے گا۔ امریکہ معاہدہ چاہتا تھا۔ اسرائیل کا نیتن یاہو نہیں چاہتا تھا۔ اس نے حماس کے مزاکرات کاروں پر حملے کر کے ایک طرف معاہدہ سبوتاژ کر دیا اور دوسری جانب ٹرمپ کو بھی ہری جھنڈی دکھا دی۔

اسرائیل نے قطر کے لیے بھی خطرے کے الارم بجا دیے۔ وہ جانتا تھا کہ قطر کے ساتھ اس کی اپنی ڈیل ہو چکی ہے۔ وہ اسے سفارتی طور پر بھی تسلیم کرنے والوں میں صف اول میں ہے۔ لیکن اپنے مقصد کے لیے اس نے قطر کی سرزمین بھی روند ڈالی اور اس کی فضاؤں میں زہر گھول دیا۔ قطر نے ان حملوں کو بزدلانہ قرار دیا اور محض یہ کہہ سکا کہ یہ بین الاقوامی قانون کی سیدھی خلاف ورزی ہے۔

اسرائیل نے ان حملوں سے ایک اور حساب چکتا کرنے کی چال چلی جس میں وہ ناکام رہا۔ اسی ہفتے کے شروع میں القسام بریگیڈ نے بیت المقدس کے ایک ہائی سیکیورٹی زون میں حملہ کر کے چھ صہیونیوں کو اس وقت موت کے گھاٹ اتار دیا تھا جب وہ بس سٹاپ پر موجود تھے۔ یوں یہ پیغام دیا گیا کہ غزہ تو اب اوپن علاقہ ہے، اسرائیل کے اندر کسی بھی موقع پر کسی کو بھی نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ غزہ میں قتل و غارت بڑھے گی تو اس کے اثرات اسرائیل کے اندر محسوس کرائے جائیں گے۔ متحدہ عرب امارات کے حکمرانوں کو بھی محسوس ہوا ہے کہ یہ آگ کسی بھی لمحے ان تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ امارات کے تو اسرائیل سے تعلقات بہت بہتر ہیں۔ اس نے بھی قطر پر حملوں کو بزدلانہ قرار دیا ہے۔

نیتن یاہو امریکہ طلب

اسرائیل کے لیے امریکہ کی بھرپور حمایت اور پیٹھ ٹھونکنے کا سلسلہ دوحہ حملوں کے بعد بھی جاری ہے۔ اسرائیل نے دوحہ حملوں میں امریکی قرارداد پر بات چیت بڑھنے نہیں دی۔ دوسری طرف یورپی اتحادی حملوں پر تنقید کر رہے ہیں۔

اس دوران میں اسرائیل نے غزہ سٹی پر اپنے حملوں میں مزید شدت پیدا کی ہے۔ ان حملوں پر امریکہ اسرائیل کی بھرپور حمایت جاری رکھے ہوئے ہے۔ سٹی سے ہزاروں خاندان لامکانی کی کیفیت میں ہیں۔ ان کے شمال و جنوب جانے پر بھی بمباری جاری ہے۔ پہلے حملوں میں ہی سینکڑوں فلسطینیوں کے مارے جانے کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے۔ اسرائیل کو ان غیر انسانی حملوں سے روکنے کے لیے امریکہ کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈال رہا۔ اس کے برعکس کچھ کہا جائے تو وہ درست ہوگا۔ ادھر وزیراعظم نیتن یاہو نے اس امر کا اعلان کیا ہے کہ امریکہ نے ہی واشنگٹن آنے کی دعوت دی ہے۔ یاد رہے کہ جنگی جرائم میں ملوث اور ہیگ ٹربیونل کو مطلوب نیتن یاہو اور ان کی کابینہ کے متعدد ارکان اب باقاعدہ جنگی مجرم ہیں۔ بین الاقوامی عدالت انصاف کے 124 ارکان میں سے بعض نے نیتن یاہو کو فضائی راستہ دینے سے بھی انکار کیا ہے۔

امریکہ کے دورے کے دوران نیتن یاہو اور ٹرمپ باری باری جنرل اسمبلی سے خطاب کریں گے۔ گزشتہ اجلاس کا دنیا نے نیتن یاہو کی تقریر کے دوران بائیکاٹ کیا تھا۔ اس بار بھی نیتن یاہو کا تاریخی بائیکاٹ دنیا کے بدلتے تیور کا پتہ دے رہا ہے۔

یاد رہے کہ دوحہ حملوں نے دفاع پر اربوں ڈالر امریکہ کے حوالے کرنے کے باوجود خلیجی ریاستوں میں سراسیمگی پھیل گئی ہے اور ان میں اس وقت بہت زیادہ خوف کی فضا ہے۔ امریکہ نے سعودی عرب کو بھی باور کرایا ہے کہ آپ کا دفاع تو ہمارے ہاتھوں ہی ممکن ہے۔ امریکہ کے وزیر خارجہ مارکو روبیو نے نیتن یاہو سے مل کر تجویز کیا ہے کہ جنگ ختم کرنے کے لیے سفارتی روابط کی ضرورت ہے اور ہم اس پر کام کر رہے ہیں۔

ٹرمپ نے دوحہ حملوں کے بعد بھی حماس پر ہی تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ حماس یرغمالیوں کو انسانی ڈھال کے طور پر استعمال کر رہی ہے۔ اگر حماس ایسا کرتی رہی تو اسے سنگین مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اسرائیل ٹرمپ حکومت کی طرف سے اس کے جملہ جارحانہ اقدامات کی حمایت پر شکر گزار ہے۔

اقوام متحدہ کی اعلیٰ سطحی تفتیشی ایجنسی برائے فلسطین و اسرائیل فیصلہ دیا ہے کہ اسرائیل غزہ کے اندر نسل کشی (Genocide) کے جرائم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ وہ اس بارے میں اب تو بہت واضح الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ وہ غزہ سٹی چھوڑ دیں۔ یہ رپورٹ میں واضح کیا گیا کہ اسرائیل کے صدر ہرزوگ، وزیراعظم نیتن یاہو، سابق وزیر دفاع یوآف گلانٹ انسانیت کے خلاف جرائم کے مرتکب ہوئے ہیں۔

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل گوتریس نے کہا ہے کہ اسرائیل اب تک کسی سیز فائر میں دلچسپی نہیں لے رہا۔ انہوں نے قطر پر اس کے حملے کی بھی مذمت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ”آئیے، یہ بات کھول کر واضح کرتا ہوں کہ قطر میں ہونے والا حملہ بتا رہا ہے کہ اسرائیل قیام امن میں مخلص نہیں ہے۔“

یورپی یونین کا کہنا ہے کہ غزہ سٹی پر اسرائیلی حملے نے حالات کو مزید تباہ کن بنا دیا ہے۔ جب مزاکرات کا عمل جاری نہیں ہوتا روک دیا جاتا ہے تو غزہ سٹی سمیت پوری پٹی میں حالات بہت خراب ہو جاتے ہیں۔ ادھر اسرائیل کی فوج کے تین ڈویژن (162,36 اور 98) غزہ سٹی پر حملہ میں حصہ لے رہے ہیں۔

اس سنگین صورت حال کے باوجود صدر ٹرمپ نے نیتن یاہو کو امریکہ دورے پر بلایا ہے جہاں غزہ کو ساحلی تفریح گاہ بنانے کے امریکی منصوبے پر غور ہوگا۔ گویا نیتن یاہو کو انسانوں کے بے دریغ قتل پر ایک اور شاباش امریکہ سے ملنے والی ہے۔

میڈیا واچ: مرزا محمد الیاس

حماس لیڈر شپ پر صہیونی قاتلانہ حملہ ناکام

اسرائیل کی حالت اس وقت ایسے باؤلے کتے کی ہو رہی ہے جو ہر کسی کو ہر وقت کاٹتا ہے یا کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ اس باؤلے پن کو امریکہ نے بڑھا دیا ہے۔ وہ ہدف کی نشاندہی کرتا ہے اور اسرائیل اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔ ایسے باؤلے پن کا علاج گولی سے کیا جاتا ہے، مذاکرات نہیں کام کرتے۔ اس نے جنوبی لبنان میں حزب اللہ کو ہدف بنایا، شام پر حملے کیے، ایران سے جنگ کی اور پاکستان کو دھمکی دی کہ اب تمہاری باری ہے۔ یہ محض اسرائیل کی کارروائیاں نہیں ہیں۔ ان کی پشت پر امریکی سوچ، خفیہ کاری، تکنیکی تعاون اور فوجی امداد ہے۔ اس کے F-35 جیٹ زیادہ تر حملوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ کچھ بعید نہیں ہے کہ اہم حملوں میں امریکی پائلٹس بھی شامل رہے ہوں۔

اس وقت کفر ملت واحدہ کا منظر پیش کر رہا ہے۔ اس کے برعکس اسلام کا نام لینے والے ممالک تماشائی بنے سب ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ اسی وجہ اور عرب حکمرانوں کے ذاتی و گروہی مفادات نے انہیں جکڑ رکھا ہے۔ اسرائیل اور حماس کے درمیان مذاکرات میں قطر اور مصر نے مصالحت کار ول کا کردار ادا کیا ہے۔ یہ کردار بہ ظاہر بہت مثبت اور خوش کن ہے لیکن ان کی طرف سے مذاکرات میں شامل لوگ حماس کی مذاکراتی ٹیم کو ان شرائط پر مجبور کرتے رہے ہیں جو امریکہ اور اسرائیل نے پیش کی ہوتی ہیں۔

حالیہ مذاکراتی دور میں بھی حماس کی قیادت حکومت قطر کی ہی دعوت پر دوحہ میں موجود تھی۔ اصل نکتہ یہ تھا کہ غزہ میں جاری جنگ بند کی جائے۔ بتایا گیا ہے کہ رات 9:30 بجے مذاکرات کا ایک مرحلہ مکمل ہونے کو تھا۔ اصل کام اس کے بعد شروع ہونا تھا۔ الحیہ حماس کی طرف سے مذاکرات کر رہے تھے۔ وہ اس وقت غزہ میں حماس کے سربراہ کے طور پر کام کر رہے تھے۔ وہ جوں ہی باہر نکلے، قطر کے مذاکرات کار نے اسرائیلی حکام کو پیش رفت سے آگاہ کرنے کے لیے فون پر ان سے رابطہ کیا اور جنگ بندی پر ہونے والے مذاکرات پر بریف کیا۔

اس مرتبہ معاملہ پہلے جیسا نہ تھا۔ بہت سی تجاویز قطر اور مصر کی حکومتوں کی طرف سے آتی رہیں۔ ان پر حماس لیڈر شپ بات چیت کرتے ہوئے ان کے بارے میں اپنی رائے دیتی رہی تھی۔ اس بار بھی قطر اور مصر کے امریکہ، اسرائیل اور حماس سے مذاکرات ہوئے تھے۔ امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کسی سے پوشیدہ نہیں تھا۔ امریکہ فیصلے مسلط بھی کرنے کی کوشش میں رہتا تھا۔ اس بار بھی سارا منصوبہ ٹرمپ انتظامیہ کی طرف سے ہی آیا تھا۔ قطری نمائندوں نے گزشتہ ہفتے امریکی نمائندے سٹیو وِیٹکاف سے پیرس میں ملاقات کی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ڈونلڈ ٹرمپ زور دے رہے تھے کہ وہ نتائج چاہتے ہیں۔

مذاکرات کے اس دور سے قبل ٹرمپ نے بیان جاری کیا اور کہا کہ وہ حماس کو آخری بار وارننگ دے رہے ہیں کہ وہ ان کی ڈیل قبول کرے۔ ٹرمپ نے اسرائیل کی رضامندی لیے بناء وقت سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اسرائیل نے ان کی تجویز قبول کر لی ہے حالاں کہ اسرائیل نے اس پر ''سنجیدگی'' سے غور کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

قطر نے اس صورت حال کو پوری طرح سمجھے بناء یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ بس اب معاہدہ ہونے جا رہا ہے۔ قطر اور اسرائیل کے متعلقہ حکام کے درمیان فون کال صبح 5 بجے مکمل ہوئی تھی۔ حماس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ 12 گھنٹوں میں اپنا جواب دے دے گی۔ اسرائیل اس مرحلے کو سبوتاژ کرنے کی تیاری مکمل کر چکا تھا۔ وہ کسی قسم کے معاہدے یا ڈیل کو کامیاب دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

ابھی مذاکرات جاری تھے، حماس کی لیڈرشپ نماز فجر کی ادائیگی کے لیے عمارت سے باہر چلی گئی۔ اسی دوران میں عمارت اسرائیل کے میزائیلوں سے لرز اٹھی۔ اسرائیلی انٹیلی جنس سے غلطی یہ ہوئی کہ حماس کی لیڈرشپ نماز کی ادائیگی کے لیے عمارت سے باہر جا چکی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حماس کے راہنماؤں نے اپنے کھلے موبائل فون عمارت میں چھوڑ دیے تھے جن کے سگنلز پر اسرائیل نے فضائی حملہ کر دیا۔

ان مذاکرات سے پہلے قطری وزیر اور حماس کے راہنما خلیل الحیہ کے مابین ون ٹو ون بات چیت ہو چکی تھی۔ مذاکرات سے قبل اس نوعیت کی ملاقات معمول تھی۔ ان میں عمومی طور پر زیر بحث آنے والے امور پر تبادلہ خیال کیا جاتا تھا۔ اس مرتبہ بھی امریکہ نے نئی تجاویز دی تھیں جن سے جاری دو سالہ یکطرفہ جنگ کو ختم کرنا مطلوب تھا۔ اسرائیل ایسی کسی بھی پیش رفت کے خلاف تھا۔ وہ فوجی طور پر غزہ پر قابض ہونا چاہتا تھا۔

اسرائیل کے اس اقدام نے بشرط دیگر امریکہ کو بھی پیغام دیا کہ وہ اپنے مفادات کی راہ میں اس کو بھی خاطر میں نہیں لائے گا۔ امریکہ معاہدہ چاہتا تھا۔ اسرائیل کا نیتن یاہو نہیں چاہتا تھا۔ اس نے حماس کے مذاکرات کاروں پر حملے کر کے ایک طرف معاہدہ سبوتاژ کر دیا اور دوسری جانب ٹرمپ کو بھی ہری جھنڈی دکھا دی۔

اسرائیل نے قطر کے لیے بھی خطرے کے الارم بجا دیے۔ وہ جانتا تھا کہ قطر کے ساتھ اس کی اپنی ڈیل ہو چکی ہے۔ وہ اسے سفارتی طور پر بھی تسلیم کرنے والوں میں صف اول میں ہے۔ لیکن اپنے مقصد کے لیے اس نے قطر کی سرزمین بھی روند ڈالی اور اس کی فضاؤں میں زہر گھول دیا۔ قطر نے ان حملوں کو بزدلانہ قرار دیا اور محض یہ کہہ سکا کہ یہ بین الاقوامی قانون کی سیدھی خلاف ورزی ہے۔

اسرائیل نے ان حملوں سے ایک اور حساب چکتا کرنے کی چال چلی جس میں وہ ناکام رہا۔ اسی ہفتے کے شروع میں القسام بریگیڈ نے بیت المقدس کے ایک ہائی سیکیورٹی زون میں حملہ کر کے چھ صہیونیوں کو اس وقت موت کے گھاٹ اتار دیا تھا جب وہ بس سٹاپ پر موجود تھے۔ یوں یہ پیغام دیا گیا کہ غزہ تو اب اوپن علاقہ ہے، اسرائیل کے اندر کسی بھی موقع پر کسی کو بھی نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ غزہ میں قتل و غارت بڑھے گی تو اس کے اثرات اسرائیل کے اندر محسوس کرائے جائیں گے۔ متحدہ عرب امارات کے حکمرانوں کو بھی محسوس ہوا ہے کہ یہ آگ کسی بھی لمحے ان تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ امارات کے تو اسرائیل سے تعلقات بہت بہتر ہیں۔ اس نے بھی قطر پر حملوں کو بزدلانہ قرار دیا ہے۔

حماس پر حملہ درست تھا: اسحاق ہرزوگ

برطانیہ کے دورے پر گئے صدر قابض ریاست اسحاق ہرزوگ نے دوحہ حملوں کو درست قرار دیا ہے۔ جب وہ اپنے دفتر سے روانہ ہوئے ہوں گے تو انہیں حملے کی پیشگی اطلاع مل چکی ہو گی۔ اس لیے انہوں نے دوحہ پر حملوں پر کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ انہوں نے ان حملوں کو درست اور جائز قرار دیا۔ انہوں نے بڑے ڈھٹائی سے کہا کہ جب لوگ کسی ڈیل پر آمادہ نہ ہوں تو انہیں سبق سکھانا پڑتا ہے۔

برطانیہ کے دورے کے بارے میں انہوں نے کہا کہ کیئر سٹارمر سے ان کی ملاقات ٹف لیکن کھلے پن سے ہوئی۔ اس حملے کے بعد قطری حکومت نے عندیہ دیا کہ وہ اسرائیل کے خلاف بین الاقوامی قانون توڑنے پر بنجمن نیتن یاہو کو ذمہ دار ٹھہرائے گی۔

اس حملے کے لیے بحرین اور سعودی عرب نے اسرائیلی فضائیہ کے طیاروں کو اپنی حدود سے گزرنے کی اجازت دی۔ بعض خبروں کے مطابق حکومت قطر کو حملوں سے پہلے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اسلامی کانفرنس کے 57 ممالک نے کیا پیغام دیا جو تنہا قطر دے سکے گا۔

جس نیتن یاہو کے بارے میں شکایت کرنا ہے جو لاکھ کے قریب فلسطینی شہید اور اتنے ہی زخمی کر کے اور ہزاروں کو اسرائیل کے نظر بندی کیمپوں میں بند کر چکا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب کرنے کا مکمل جواز موجود ہے۔

حماس کے ذرائع بتاتے ہیں کہ ان حملوں میں چھ افراد ہلاک ہوئے ان میں حماس کے راہنماء شامل نہیں تھے۔ دنیا بھر سے ان حملوں پر شدید ردعمل آ رہا ہے۔ اس وقت دنیا میں کبھی سب سے بڑی اخلاق قوت کا دعویٰ کرنے والا امریکہ مسلم اور فلسطین دشمنی میں بالکل اندھا ہو کر اسرائیل کے ہر ظلم کی حمایت کر رہا ہے۔

امریکہ کے اسرائیل میں سفیر مائیک حکابے کا کہنا ہے کہ ابھی تک یہ علم نہیں ہے کہ ان حملوں کے اثرات کیا مرتب ہوں گے۔ قطر کی حکومت بہت اچھی طرح جانتی ہے کہ اس کے بیانات اپنے عوام کو کسی ردعمل سے روکنے کے لیے ہیں۔ قطر دوسری جنگ عظیم کے بعد سے امریکہ کی مشرق وسطیٰ میں مستقل چھاؤنی رہا ہے اور اب بھی ہے۔ یہ کسی کے لیے بھی ناممکن ہے کہ وہ امریکہ کی اجازت کے بناء اس پر کوئی گولی بھی گزار سکے۔

مسلم ممالک کو یہ بات جاننی چاہیے کہ قطر پر حملوں کا مقصد حماس کی لیڈرشپ کو ختم کرنا تھا۔ ان مسلم ممالک میں ریڑھ کی ہڈی ہی نہیں ہے۔ یہ کوئی اور مخلوق بن چکے ہیں۔

اس لیے یہ بے معنی بات ہے کہ وہ بنیامین نیتن یاہو یا کسی اور کو ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ ہرزوگ نے برطانیہ میں اپنے بیانات میں درست کہا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ کسی فلسطینی ریاست کو تسلیم کرنے والے منفی اثرات کا سامنا کرنے پر مجبور ہوں گے۔

ہماری جنگ جاری رہے گی۔ حماس کی قیادت کا ردعمل

دشمن کے پاس وسائل کے انبار ہیں۔

وہ حملہ کرنے کا کوئی لمحہ بھی جانے نہیں دیتا۔

وہ کمینگی کی حد پار کر چکا، سفیروں اور مذاکرات کاروں کی جان کے بھی درپے رہتا ہے۔

نیتن یاہو اور مارکو روبیو یروشلم میں کھڑے ہو کر غزہ تباہ کرنے کے اعلانات کر رہے ہیں۔

--- کیا بے وسیلہ غزہ میں مزاحمت ترک کر دی جائے؟

--- کیا اپنے اور پرائے کا فرق اب بھی سمجھ نہیں آیا؟

--- کیا دو لاکھ مسلمانوں (فلسطینیوں) کے شہید و زخمی ہونے کو فراموش کر دیا جائے؟

--- کیا ہتھیار پھینک دیے جائیں؟

یاد رکھیے!

جس دن غزہ پر پہلا فضائی حملہ ہوا تھا، دنیا تبدیل ہوگئی تھی۔ ملت واحدہ کی صورت کفر امریکہ کی زیر قیادت ایک تھا۔ اس کی پہچان یہ تھی کہ:

O-- اسرائیل کو ہتھیار اور ڈالر کون زیادہ فراہم کرے گا؟

O-- قبضہ کو دوام دینے کے لیے مقبوضہ عرب علاقے ہڑپ کر لیے جائیں گے؟

O-- اسے گریٹر اسرائیل کے لیے ایک قدم قرار دیا گیا؟

O-- حماس واحد مزاحمت ہے۔ القسام کو القدس اور دیگر کی مدد حاصل ہے؟

O-- کیا عرب دنیا اسرائیل کی سہولت کار نہیں بن گئی؟

O-- کیا قطر پر ہونے والی کانفرنسوں میں کسی میں بھی غزہ کی حمایت میں ایک لفظ بھی کہا ہے؟

ان سوالوں کا جواب یہی ہے کہ غزہ کے لیے لڑنا ہوگا۔ حماس کے ترجمان نے قطر میں اسرائیلی حملے پر ردعمل میں کہا ہے کہ ہم محاذ جنگ کو گرم رکھیں گے۔ ہر حال میں غزہ اور فلسطین کی آزادی کے لیے لڑتے رہیں گے۔ اس راہ میں خواہ سب شہید ہو جائیں۔

ردعمل میں کہا گیا ہے:

''اسرائیلی حملہ ہمارے عزم کی دیوار میں دراڑ نہیں ڈال سکے گا۔ ہماری قیادت پر حملے اس کی بزدلی ہے۔''

حماس کے ترجمان فوزی برہوم نے الجزیرہ پر نشر ہونے والی نیوز کانفرنس سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ حماس قیادت پر حملہ جرم تھا لیکن ہماری قیادت کو نشانہ بنانا خواب ہی رہا۔

اس طرح انہوں نے پورے مذاکراتی عمل کو سبوتاژ کیا۔

حماس کا وفد قطر کی دعوت پر اس کے دارالحکومت دوحہ مذاکرات کے لیے گیا تھا۔ ان مذاکرات میں ایک ایسی تجویز پر غور ہو رہا تھا جو امریکہ نے پیش کی تھی۔ ترجمان کا کہنا ہے کہ اسرائیل پوری طرح سے بے نقاب ہوا۔ اس نے پورے مذاکراتی عمل کو تارپیڈو کر دیا ہے۔

یہ حملہ ایسے وقت میں ہوا جب قطر کی دعوت پر یہ مذاکرات ہو رہے تھے۔ یہ حماس کی تجاویز پر غور نہیں کر رہے تھے۔ ان میں اسرائیل کی کسی تجویز کو بھی زیر غور نہیں لایا گیا تھا۔ یہ مذاکرات موجودہ جنگ کے ماسٹر مائنڈ امریکہ کی تجویز پر غور کے لیے ہو رہے تھے۔ جوں جوں فلسطینیوں کی نسل کشی میں تیزی آ رہی ہے، پوری دنیا امریکہ اور اسرائیل کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ دنیا بھر کے شہروں میں ہر نسل، مذہب، قوم، زبان اور رنگ کے انسان ایک ہی مطالبہ کر رہے ہیں کہ غزہ آزاد ہو، فلسطین آزاد ہو اور نسل کشی بند کی جائے۔ امریکہ کے شہروں کا حال بھی کچھ مختلف نہیں ہے۔

اس حملے میں حماس کے پانچ ارکان شہادت کے رتبے سے سرفراز ہوئے۔ ان میں حماس کے وفد کے سربراہ خلیل الحیہ کے بیٹے بھی شامل ہیں۔ قطر کا ایک سیکیورٹی اہلکار بھی مارا گیا۔

ترجمان نے مزید کہا کہ حملے کا مقصد یہ تھا کہ قطر ثالثی کا کردار ادا کر رہا تھا، اسے سبق سکھانا مقصود تھا تاکہ وہ غزہ کے غم زدہ اور دبائے گئے عوام کے لیے اس کردار سے ہمیشہ کے لیے دستبردار ہو جائے۔

ترجمان نے بتایا کہ مذاکرات میں حماس اپنے کلیدی مطالبات پر قائم تھی۔ ان میں غزہ سے اسرائیلی فوج کی مکمل واپسی، غزہ کی تعمیر نو اور قیدیوں کی رہائی شامل تھی۔

ان حملوں میں بین الاقوامی تنقید کا سامنا کرتے ہوئے نیتن یاہو نے کہا ہے کہ وہ اپنے مفادات کے لیے کہیں بھی حملہ کرے گا۔ امریکہ نے پھر اس کی پیٹھ ٹھونکی ہے اور غزہ پر قبضے کا اسرائیلی اقدام درست قرار دیا ہے۔ نیتن یاہو نے مزید کہا ہے کہ وہ حماس کے خاتمے تک حملے جاری رکھے گا۔

ادھر قطری وزیر اعظم شیخ محمد بن عبدالرحمٰن بن جاسم الثانی نے ردعمل میں اسرائیل کے حملوں کو ''ریاستی تشدد'' قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خطہ ان حملوں کا جواب ضرور دے گا۔ اس وقت سارا خلیجی خطہ خطرے میں ہے۔

تجزیہ: لمبیس تغرید

باری کے منتظر ہیں سارے

مصر اسرائیل جنگ۔۔ امکانات بڑھ رہے ہیں

مشرق وسطیٰ میں ایک اور بڑا واقعہ ہونے جا رہا ہے۔ اس کے وقوع پذیر ہونے میں کتنا وقت لگتا ہے، بس یہ دیکھنا باقی ہے۔ مصر کو غزہ پر ہونے والے مزاکراتی عمل سے الگ کر دیا گیا ہے۔ یہ اس لیے اہم ہے کہ قطر پر امریکی ایماء پر ہونے والے حملے کے ایام بھی یہی ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ غزہ سٹی پر اسرائیل کا مزید بڑا حملہ ہوا تو اس بات کا امکان ہے کہ وہ سینائی سرحد توڑ کر مزید افراتفری پیدا کر دیں گے۔ یہ خدشہ مصر کی انٹیلی جنس بیان کر رہی ہے۔

کہا جا رہا ہے لیکن یہ غیر مصدقہ ذرائع سے کہا جا رہا ہے کہ مصر غزہ کے امور سے مکمل کاٹ دیا گیا ہے۔ دوسری طرف غزہ میں کسی نوعیت کی جنگ بندی اس وقت خارج از امکان ہے۔ اسرائیل غزہ سٹی پر بڑا حملہ کر رہا ہے۔

یہ بات اس وقت کہی جا رہی تھی جب اسرائیل اور حماس کے درمیان قطر کے دارالحکومت دوحہ میں جنگ بندی کے لیے مزاکرات جاری تھے۔ مصر کو ان مزاکرات سے الگ رکھا گیا تھا۔

بہت سے علاقائی ذرائع اس امر کی جانب کھلا اشارہ کر رہے ہیں کہ اسرائیل کے دورے پر جانے والے مصر کے پے در پے انٹیلی جنس وفود خالی ہاتھ لوٹ رہے ہیں۔ آخری وفد کو بھی کسی قسم کا واضح یا مثبت جواب نہیں دیا گیا۔ واشنگٹن کی دوحہ میں زیر بحث امن تجاویز پر بھی کسی طرح کا جواب نہیں دیا گیا۔ اس سے ایک تو یہ حقیقت سامنے آ رہی تھی حماس کی لیڈر شپ کو ٹریپ کر کے لایا جائے اور پھر اس پر حملہ کر دیا جائے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی کہ نیتن یاہو ہر صورت میں غزہ سٹی پر ایک بڑا حملہ کرنا چاہتا تھا اور یہ حملہ مزاکرات کے اوقات میں بھی جاری تھا۔ اب اسرائیل کے بعض اتحادی مزاکرات کی ناکامی کا ذمہ دار بھی حماس کو ہی قرار دے رہے ہیں۔ غزہ سٹی حملے میں کامیابی کو نیتن یاہو نے اپنے سیاسی مستقبل کو بچانے کا مسئلہ بنا لیا ہے۔ وہ اس کے لیے اسرائیلی یرغمالیوں کی اپنی فوج کی بمباری سے اموات کے لیے بھی تیار ہیں۔

حماس آپریشنز سے بھی بہت پہلے یہ بات بالکل عیاں تھی کہ مصر کے انٹیلی جنس وفود کے اسرائیلی دورے کسی بھی دلچسپی سے خالی رہے تھے۔ اسرائیل نے ان دوروں کو کسی اہمیت کے قابل نہیں سمجھا۔ مصری وفود بھی اس عدم دلچسپی کو بغور دیکھتے اور نوٹ کرتے رہے۔ اسرائیل کسی نوعیت کی بھی جنگ بندی قبول کرنے یا اس بارے میں نوٹ کرنے کو بھی تیار

نہیں تھا۔ مصری اور قطری انٹیلی جنس امریکہ سے بھی کہتے رہے کہ وہ ان امور میں دلچسپی لے جن کا مقصد جنگ بندی کی راہیں کشادہ کرنا مقصود تھا۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ غزہ میں انسانی بنیادوں پر خوراک اور پانی جانے کی اجازت دے لیکن اسرائیل فلسطینیوں کو مصنوعی غذائی قحط پیدا کر کے بڑی تعداد میں مارنے کے درپے تھا۔ اس لیے اس نے مصری اور قطری دباؤ مسترد کر دیے تھے۔ واشنگٹن سے بھی کوئی مثبت جواب نہیں مل رہا تھا۔ امریکہ نے ٹھان رکھی تھی کہ اس نے ہر اسرائیلی قدم کا ساتھ دینا ہے خواہ فلسطینیوں کو اس کی کوئی بھی قیمت چکانی پڑے۔

ذرائع کا کہنا ہے کہ مصری صدر عبدالفتح السیسی نے جنرل انٹیلی جنس چیف حسن راشد کو ہدایات دی تھیں۔ غزہ جنگ بندی مزاکرات میں حصہ لینے والے دیگر مصری فوجی افسران سے بھی کہا گیا تھا کہ وہ تمام علاقائی اور بین الاقوامی پارٹیوں سے رابطے میں رہیں تا کہ عارضی جنگ بندی ممکن بنائی جائے جو اسرائیل اور امریکہ کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہیں ہو پا رہی تھی۔

اس کی جنس ذرائع سفارتی حلقوں کو بتا رہے تھے کہ اسرائیلی فوجی لیڈر ایک علامتی جنگ بندی کے حق میں تھے۔ وہ 7 اکتوبر کو یہ جنگ کچھ دیر کے لیے بند کرنے پر کسی قدر تیار تھے جب جنگ کو دو سال پورے ہو گئے تھے۔ ان کا مطالبہ اور کوشش تھی کہ اس تاریخ کو غزہ سٹی پر اسرائیلی جھنڈا لہرایا جائے جس میں انہیں کامیابی نہ مل سکی۔ فلسطینی عوام کسی قیمت پر غزہ سٹی خالی کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں تھے۔

نیتن یاہو نے غزہ سٹی کی فتح کو اپنے وقار کا مسئلہ قرار دے لیا تھا جسے مکمل کرنے کے لیے وہ فوج اور دوسرے اداروں پر مسلسل دباؤ ڈالتے رہے۔ اسی میں وہ اسرائیلی یرغمالیوں کی موت بھی قبول کرنے کو تیار تھے۔ یرغمالیوں کا خاتمہ اسرائیل کی شدید بمباری نے بہت یقینی بنا دیا تھا۔ بظاہر اسرائیل کا کہنا تھا کہ وہ ہر قیمت پر یرغمالیوں کی فوری رہائی چاہتا تھا تا کہ ملک کے اندر ہونے والے احتجاج کو ختم کیا جا سکے۔ لیکن سینئر وزراء صاف کہتے تھے کہ یرغمالی ترجیح اول ہیں۔ دوسری طرف فوج کہہ رہی تھی کہ صرف جنگ بندی سے ہی ان کی رہائی ممکن ہے ورنہ ممکن نہیں ہے۔

نیتن یاہو غزہ سٹی پر مکمل قبضے کے خواب کو ہر قیمت پر پورا کرنا چاہتے تھے تا کہ غزہ جنگ میں کامیابی کا تاثر گہرا کر سکیں۔ حالات سے آگاہ عوام کہہ رہے تھے کہ ایک تباہ کن جنگ میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ گلی گلی لڑائی ہو رہی ہے۔ حماس کے جنگجو خودکش حملوں میں بھی شامل رہے ہیں۔ قابض فوج کو معلوم تھا کہ ان کی وجہ سے فوج کی مزاحمت کی صلاحیت امتحان میں تھی۔

مصر پہلا عرب ملک تھا جس نے اسرائیل سے سفارتی تعلقات قائم کیے تھے۔ مصری عوام میں فلسطینی قوم کے لیے بہت گہری ہمدردی کے جذبات کم نہیں ہوئے تھے۔ امریکہ دونوں ملکوں میں تعلقات کی نگرانی کر رہا تھا۔ امن معاہدہ 1979ء میں ہوا تھا۔ اس کے تحت سینائی کے علاقے کو زونز میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ان میں افواج کی تعیناتی ایک سخت گیر نظام کے تحت عمل میں آئی تھی۔

کئی برس گزر جانے کے بعد بھی دونوں ملکوں میں سینائی پر مزاکرات جاری تھے۔ مصر میں ڈاکٹر محمد مرسی کے خلاف انقلاب کے دوران بھی ان میں تعطل نہیں آیا تھا۔ اس دوران میں شمالی علاقوں میں اسرائیل نے فوجی موجودگی خود ہی بڑھا لی تھی۔

غزہ میں جاری نسل کشی نے مصر اسرائیل مزاکرات کا عمل بہت سست کر دیا تھا۔ مصر میں یہ خیال تقویت پکڑ رہا تھا کہ اس نسل کشی کی وجہ سے سرحدی سلامتی استحکام سے محروم ہوتی جا رہی تھی۔ اسرائیلی فوج کی نقل و حرکت بہت بڑھ گئی تھی۔ دونوں ملکوں میں ایک اور مسئلہ یہ بھی سامنے آ رہا تھا کہ اسرائیل نے فلاڈلفیا کنٹرول میں بھی بہت اضافہ کر لیا تھا۔ یہ سینائی غزہ بارڈر پر ایک تنگ سی پٹی ہے۔ مصر کا کہنا تھا کہ یہ فوجی اضافہ معاہدۂ امن کی خلاف ورزی ہے۔ اسرائیل اسے بفرزون قرار دیتا ہے اور اس کے مطابق اس سے صرف سمگلنگ روکی جا رہی ہے۔

اسرائیل کا اس پٹی پر کنٹرول اس کے غزہ کے محاصرے کو سخت اور طویل کرتا ہے۔ مصر اسرائیل تعلقات میں بڑھتی سرد مہری میں اضافہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امریکہ فلاڈلفیا کنٹرول کو فلسطینیوں سے کسی دوسرے ملک سمگل کرنا چاہتا ہے۔ یہ بھی امریکی منصوبہ کا حصہ ہے کہ فلسطینیوں کو سینائی کے صحرا میں چھوڑ دیا جائے جہاں بھوک اور پیاس کی شدت شدید گرم موسم سے مل کر ان کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دے گی۔

مصری افواج فلسطینیوں کو غزہ سے کہیں اور منتقل کرنے کی شدید مخالفت کرتی ہے۔ اس نے خبردار کیا ہے کہ اس کی سرحد پر کسی نوعیت کا بھی حملہ براہ راست ردعمل کو دعوت دے گا۔ اس وجہ سے مصر اسرائیل جنگ کا بگل بھی بج جائے گا۔ اسی لیے مصر نے اس سرحد پر مزید 40 ہزار افواج تعینات کر دی ہیں۔ اس کا بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ اسرائیل غزہ سے فلسطینیوں کو مصر میں داخل کرنے کی کوشش کرے تو فوراً جنگ چھڑ سکتی ہے۔

دامن خیال: مرزا محمد الیاس

غزہ میں نسل کشی: اسرائیل کو روکے گا کون؟

قابض اسرائیل کے اتحادیوں کی معیشت روکنا ہوگی، ڈالر کو شکست دینا ہوگی، سہولت کاروں کا بائیکاٹ کرنا ہوگا، بین الاقوامی کنونشن پھر سے تحریر کرنا ہوں گے۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، اٹلی کو ہدف بنانا ہوگا۔ قافلے جانب غزہ روانہ کرنا ہوں گے۔ ویٹو توڑنا ہوگا۔۔۔کون کرے گا، کیسے کرے گا؟

قوت اور اقتدار بہت کم افراد کو حقیقت کے قریب رہنے کی صلاحیت برقرار رکھنے دیتے ہیں۔ جملہ ماہرین اس نکتے پر متفق ہیں کہ بنیامین نیتن یاہو پر محض تنقید یا اسے دھمکانے سے وہ خواہ مخواہ کے خبط عظمت میں مبتلا ہوگا

اس کا علاج کرنا ضروری ہے ورنہ غزہ میں جاری نسل کشی میں مزید اضافہ ہوتا جائے گا اس ذہنیت کو ڈونلڈ ٹرمپ اور کیئر سٹارمر روز افزوں اقتدار کے جنون میں مبتلا کرتے جارہے ہیں۔

اب یہ بات کسی بحث کا موضوع نہیں رہی کہ غزہ میں نسل کشی (Genocide) ہو رہی ہے یا نہیں۔ یہ بات ڈونلڈ ٹرمپ بھی جانتے ہیں اور فلاسفر بننے کی اداکاری کرنے والے کیئر سٹارمر بھی بخوبی جانتے ہیں۔ غزہ میں نسل کشی کے یہ معمار ہی نہیں بل کہ اس کا پورا روڈ میپ دینے اور بنیامین نیتن یاہو کو شاباشی دینے والے کردار ہیں۔

ایک وقت گزشتہ دو برسوں میں شاید ایسا گزرا ہو جب دنیا میں کسی کو شک ہو کہ غزہ میں نسل کشی (Genocide) جاری ہے یا یہ محض اتفاقی حملے ہیں۔ اب تو دنیا کی سب سے بڑی حقوق انسانی کی تنظیمیں بھی چیخ چیخ کر کہہ رہی ہیں کہ اس نسل کشی کو روکا جائے۔ یہ محض یورپ و ایشیا اور افریقہ و آسٹریلیا کے شہروں میں سڑکوں پر لاکھوں کی ریلیوں میں کیا جانے والا مطالبہ نہیں ہے۔ اب تو ہر پارلیمنٹ، ایوان کانفرنس اور سیمینار روم سے ابھرنے والا عزم ہے کہ اس کو اب روکنا ضروری ہو گیا ہے۔ اب تو اقوام متحدہ کے ماہرین اور نسل کشی پر کتابیں لکھنے والے بھی کہہ رہے ہیں۔ جینوسائیڈ سکالرز کی بین الاقوامی یونین، اقوام متحدہ کا کمیشن آف انکوائری، لاتعداد مقامی اور بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیمیں سب نے ایک زبان ہو کر کہا ہے کہ غزہ پر اسرائیل کا حملہ ہر طرح اور ہر اعتبار سے نسل کشی (Genocide) کی تعریف پر پورا اتر رہا ہے۔ اب تو سب کھلے عام کہہ رہے ہیں کہ

1948ء کے کنونشن برائے انسداد اور سزا برائے جرم نسل کشی ہر اعتبار سے اسے Genocide کا ہی جرم قرار دیتا ہے اور اس کے مطابق نیتن یاہو اور اس کی پوری حکومت اور فوج کو مجرم قرار دے کر سزا کا مطالبہ کرتا ہے۔
یہ محض چند مٹھی بھر ماہرین نہیں کہہ رہے ہیں۔ اس کے لیے بہت واضح اور کھلے ثبوت موجود ہیں، ماہرانہ آراء موجود ہیں۔ اسرائیل تو کوشش کرتا ہے اور کرتا رہے گا کہ یوں نہیں، یوں اور یہ نہیں، وہ اس طرح ہے۔ لیکن اب حقائق اس قدر ہیں کہ وہ کچھ بھی کہے، وہ یکطرفہ اور جھوٹ ہی سمجھا جائے گا۔ تاریخ اپنے سینے میں نوزائیدہ بچوں، خوراک کے لیے بلکتے معصوموں، ان کی ماؤں، بھائیوں اور بہنوں کی دل لرزا دینے والے آہیں اور نہ رکنے والی سسکیاں چھپاتی جا رہی ہے لیکن یہ جرم ایسا ہے کہ چھپائے نہ چھپے۔
غزہ تباہ کیا جا رہا ہے۔ لوگوں کو منظم طریقے سے نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ فلسطینی زندگی کا خاتمہ اصل ہدف ہے۔ یہ سب بھی تاریخ جمع کر رہی ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ، اس کی بیٹی اور داماد یہاں ساحلی تفریح گاہ بنانا چاہتے ہیں۔ وہ یہاں کے ریستورانوں میں ننھے بچوں کے سینے سے ابلنے والا خون ابھی سے پی رہے ہیں۔
لیکن اب ایک سوال ہر صاحب فہم کے دل و دماغ میں کلبلا رہا ہے کہ کیا محض تنقید سن کر، خالی دھمکی سے مرعوب ہو کر نیتن یاہو شرمندہ ہو کر رک جائے گا، تھم جائے گا تو جواب ہے کہ ہرگز نہیں۔ وہ مزید بڑا فرعون بنتا جائے گا۔ وہ ہر فلسطینی کا لہو چاٹتا جائے گا۔ اب اس کا حل ایک ہی ہے۔ وہ علاج یہ ہے کہ اب عملی طور پر اسے روکا جائے، اس کے ساتھ امریکہ کو بھی کہا جائے کہ بس! یاد رہے کہ امریکہ بزدل ہے، اسے روکا جا سکتا ہے۔ نیتن یاہو عقل کا اندھا ہے، اسے ہاتھ سے روکنا ہوگا۔
اس بات کا کیا مطلب ہے کہ با آواز بلند کہا جائے کہ غزہ میں نسل کشی ہو رہی ہے؟ اس کے کہنے اور اس سے بھی زور سے پکارنے کا چنداں فرق پڑنے کا نہیں ہے۔ اگر اس میں کچھ بھی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے تو یاد رہے کہ اب ریاستوں کا یہ کام ہے کہ اسرائیل قابض ریاست کے طور پر روکا جائے، ان قوتوں کو روکا جائے، امریکہ اور برطانیہ کو روکا جائے، جرمنی اور فرانس کو روکا جائے، عربوں کو روکا جائے جو اسرائیل کے کام میں سہولت کاری کر رہے ہیں۔ ان کی معیشت کو روکا جائے جو دنیا بھر کو غلام بنائے ہوئے ہے۔
اس کے برعکس اسرائیل کے خلاف دنیا صرف تنقید کر سکتی ہے، عمل نہیں کر سکتی تو نسل کشی ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ اگر اسرائیل جانتا ہے اور اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ نسل کشی کی سرخ لکیر کب کا عبور کر چکا ہے تو اسے کیسے روکا جا سکتا ہے؟ امریکہ کو اس راہ سے کس طرح ہٹایا جا سکتا ہے؟ اگر ان سوالات کا جواب کسی سرد خانے میں ہے تو مسئلہ سنگین ہے اور اس کی سنگینی بڑھتی رہے گی۔ اسرائیل کو نتائج دکھانا ہوں گے، اس کے ہر عمل کے مضمرات عملی طور پر سامنے لانا ہوں گے۔ اسے بتانا ہوگا کہ قوت کا نشہ اب اتارا جائے گا۔ اگر وہ اس نشے سے باہر نہ آیا اور دنیا نے اسے کوئی زبردست طریقہ اختیار کر کے اس کا نشہ نہ اتارا تو اس کے سہولت کار اس کو قتل عام کے طریقے سمجھاتے رہیں گے۔
تاریخ شاہد ہے کہ نسل کشی کا خاتمہ اس کا ارتکاب کرنے والے ترحم سے ممکن نہیں ہوا۔ قریب کی مثال 1994ء میں روانڈا میں ہونے والی نسل کشی ہے۔ اس کے آغاز کے چند ہفتوں میں ہی طے کر دیا گیا تھا کہ یہ ہر پہلو سے نسل کشی (Genocide) ہے۔ چند ہفتے یہ نسل کشی جاری رہی۔ پھر روانڈا کے پیٹریاٹک فرنٹ نے اپنی فوج کو متحرک کیا تاکہ وہ اس انسانی مذبحہ خانے کو بند کرائے۔

بوسنیا ہرزی گووینا کو یورپ کے قلب میں بوسنیائی مسلمان ریاست ہونے کی سزا دی گئی۔ وہاں بدترین نسلی صفائی اور وسیع پیمانے پر انسانی قتل کا آغاز کیا گیا۔ 1992ء تک اسے نسل کشی (Genocide) قرار دے دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود دنیا تماشائی بنی رہی۔ لاشوں کے ڈھیر لگتے رہے اور پھر 1995ء میں سربرینیکا شہر میں بدترین قتل عام ہوا۔ اقوام متحدہ نے اسے سیف زون قرار دیا تھا جس میں 8 ہزار مرد و زن موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔
پھر ڈارفر کی باری آئی۔ امریکہ اور بین الاقوامی این جی اوز نے قرار دیا کہ یہ نسلی صفائی ہے، یہ نسل کشی ہے۔ یہ اعلانات 2004ء میں ہوئے۔ اس کے رکوانے میں بھی تاخیر کی گئی۔ کمزور دفعات لگا کر معاملہ اٹھایا گیا۔ اسے بین الاقوامی عدالت برائے جرائم (ICC) نے تعزیرات کے تحت مجرمانہ فعل قرار دیا۔ ان ہزاروں لوگوں کے خلاف کوئی عملی اقدام نہ کیا گیا جو ڈارفر میں انسانی جان کو تباہ کرنے کے مجرم بھی قرار پائے تھے۔ ان تمام واقعات نسل کشی تب ہی رکی یا روکی گئی جب قاتل کا ہاتھ کمزور پڑ گیا یا مطلوبہ نتائج حاصل کر لیے گئے یا یہ کام بتدریج اپنی موت آپ ہی مر گیا۔
پھر یہ کیوں فرض کر لیا جائے کہ غزہ میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کا انجام مختلف ہوگا؟ اگر کچھ بھی ہے تو خطرہ بہت بڑا ہے اور حقیقی ہے۔ اسرائیل کوئی طفیلی ریاست نہیں بل کہ ایک قابض ریاست ہے۔ وہ سوڈان یا میانمار نہیں ہے۔ یہ مغربی قوتوں سے بہت مضبوطی سے اور وہ اس سے جڑی ہوئی ہیں۔ یہ تمام مغربی قوتیں اسے مضبوط کرتی اور بناتی ہیں، اسلحہ و گولہ بارود دیتی ہیں، سفارتی تحفظ دیتی ہیں، ضرورت پڑے تو اس کے حق میں ویٹو بھی استعمال کرتی رہی ہیں۔ اب غزہ میں اس کے نام کے ساتھ نسل کشی Genocide کا لیبل بھی چسپاں ہو رہا ہے اور اسرائیل کو علم بھی ہے کہ اس لیبل سے راہ فرار بھی ممکن نہیں ہے۔ اب یہ لیبل اس پر مستقل لگا رہے گا، تاریخ میں بھی اس کے ساتھ رہے گا اور وہ دنیا کے عظیم ترین جرائم کی مرتکب اقوام میں شامل رہے گا۔
وہ اس لیبل کے خلاف رکاوٹ کے طور پر عمل کرنے کے بجائے اس کے لیڈروں کو اس جرم میں مزید آگے جانے پر آمادہ و مجبور کرتا رہے گا۔ اگر ان کی پہلے ہی مذمت ہو رہی ہے، اگر ان کے ترکے میں لکھ دیا گیا کہ وہ نسل کشی کے مجرم ہیں یا تھے، پھر وہ سوچیں گے کہ پھر مکمل صفائی کیوں نہ کی جائے۔ پھر ان ہلاکتوں کو ایک لاکھ، 2 لاکھ یا اس سے زیادہ کرنا ہو تو کر دیا جائے، پھر کیوں نہ یہ ہلاکتیں، آپ ہزار بار نہیں، شہادتیں کہیں، 10 لاکھ کر دی جائیں۔ کیوں نہ غزہ کے ہر فلسطینی کو ختم نہ کر دیا جائے؟
یہ بہت ہولناک منطق ہے۔ لیکن ایسی منطق سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا سابقہ ایک ایسی ریاست سے پڑا ہے جو جان بوجھ کر پناہ گزینوں کے کیمپوں پر بمباری کر رہی ہے، ہسپتالوں کے ہسپتال اس نے تباہ کر دیے ہیں، خوراک اور پانی بند کر دیے ہیں اور صاف کہہ رہا ہے کہ غزہ والوں کو خوراک اور پانی لینے نہیں دے گا۔ وہ ان تمام اقدامات کو لے چکا ہے اور لے رہا ہے۔ وہ پھر بھی ایسا کرے گا۔
اب خطرہ ہے کہ دنیا اس صورت حال کو نسل کشی سمجھ رہی ہے اور بس! نسل کشی کو وہاں لے جایا گیا ہے جہاں یہ محض نسل کشی نہیں ہے۔ رپورٹیں لکھی اور قرار دادیں پاس کی جا رہی ہیں، ماہرین کے انٹرویوز ہو رہے ہیں۔ میڈیا پوری ذمہ داری سے بتا رہا ہے کہ نسل کشی ہو رہی ہے۔ جرائم سے بڑا جرم ہو رہا ہے۔ ہر آنے والا دن غزہ کو رہنے والوں کے لیے ناقابل برداشت بنا رہا ہے۔ ٹرمپ دیکھ رہا ہے، کیئر سٹارمر دیکھ رہا ہے۔ خاندان کے

خاندان بھوک سے مر رہے ہیں، علاقوں کے علاقے چٹیل میدان بن گئے ہیں۔ ملبوں تلے بچے زندہ دفن ہو گئے ہیں۔

اگر دنیا کے اور اقوام متحدہ کے ماہرین اسے بار بار نسل کشی کہہ رہے ہیں اور ابھی تک فیصلہ کن قدم، راست قدم نہیں اٹھایا گیا، پھر اسرائیل کو کیا پیغام دیا جا رہا ہے؟ یہ تو ایسا ہی ہے کہ الفاظ تو محض الفاظ ہی ہوتے ہیں۔ عمل تو نہیں ہوا کرتے۔ اب تو یہ روایت بن رہی ہے کہ کوئی بھی سنگین جرم کرتے جاؤ، کوئی روک نہیں رہا ہے تو کرتے جاؤ۔ پھر بین الاقوامی برادری کا غصہ عروج پر بھی ہو، بڑی سے بڑی سخت بات کہہ دی جائے، بیان دے دیا جائے لیکن کہیں کوئی کسی قسم کی پابندیاں بھی نہ لگائے، کہیں سے رکاوٹ یا مداخلت نہ ہو تو جرم کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟

اگر دنیا کے اور اقوام متحدہ کے ماہرین اسے بار بار نسل کشی کہہ رہے ہیں اور ابھی تک فیصلہ کن قدم، راست قدم نہیں اٹھایا گیا، پھر اسرائیل کو کیا پیغام دیا جا رہا ہے؟ یہ تو ایسا ہی ہے کہ الفاظ تو محض الفاظ ہی ہوتے ہیں۔ عمل تو نہیں ہوا کرتے۔ اب تو یہ روایت بن رہی ہے کہ کوئی بھی سنگین جرم کرے، کرتے جاؤ، کوئی روک نہیں رہا ہے تو کرتے جاؤ۔ پھر بین الاقوامی برادری کا غصہ عروج پر بھی ہو، بڑی سے بڑی سخت بات کہہ دی جائے، بیان دے دیا جائے لیکن کہیں کوئی کسی قسم کی پابندیاں بھی نہ لگائے، کہیں سے رکاوٹ یا مداخلت نہ ہو تو جرم کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟

1948ء میں منظور کیا گیا نسل کشی کا کنونشن، نازی جرمنی کے ہولوکاسٹ کے بعد منظور کیا گیا۔ اس کے بارے میں سوچا گیا کہ اس سے فرائض کا، ذمہ داروں کا تعین ہوگا، اس کا مقصد مجرم کو سزا دینا نہیں تھا، جرم سے روکنا تھا جب کہ جرم تو نہیں روکا جا سکا اور نہ رک رہا ہے۔ روکنا ہے تو عمل کرنا ہوگا۔ اسلحہ روکنا ہوگا، پابندیاں لگانا ہوں گی، مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا ہوگا، سفارتی طور پر اسرائیل کو الگ کرنا ہوگا، تباہی پھیلانے کی مشینری کو روکنا ہوگا۔

ایسا تو کچھ نہیں ہو رہا۔ اس کے برعکس، اسرائیل کے اتحادی اور امریکہ و برطانیہ اسے مسلسل مسلح کر رہے ہیں، اسلحہ کے انبار لگا رہے ہیں۔ اسے کہیں بھی جواب دہ ہونے سے بچا رہے ہیں، اس کے لیڈروں کے استقبال کے لیے ریڈ کارپٹ بچھائے جا رہے ہیں۔ اب تو یہ ہو گیا ہے کہ پہلے منافقت تھی کہ نسل کشی ہے یا نہیں۔ اب تو سہولت کاری ہے۔

اب آگے کیا ہوگا؟ اب یہ ہوگا کہ (نام نہاد) بین الاقوامی برادری اپنے اخلاقی کمپاس کا ٹیسٹ لے گی؟ اور کیا وہ اس کی وقعت بھی دیکھے گی؟ اگر سیدھی نگاہیں دیکھتی رہیں کہ نسل کشی ہو رہی ہے، جیسے اقوام متحدہ کہہ رہی ہے کہ ہو رہی ہے، دنیا کے اعلیٰ ترین سکالرز کہہ رہے ہیں کہ ہو رہی ہے، پھر بھی یہ ہونے دی جا رہی ہے تو پھر دیکھنا ہوگا کہ دنیا کا قانونی نظام کیا رہ گیا ہے اور کہاں کھڑا ہے؟ پھر ان کنونشوں، ٹریٹی اور اداروں کا کیا جواز باقی رہ گیا ہے۔ یہ تو سب بے پیندے کے لوٹے ہیں، بے بس ہیں، صفر ہیں۔ یہ تو وسیع تر خاتمے کو روک ہی نہیں سکتے۔

خطرہ یہ ہے کہ ہم محض غزہ کو تباہ ہوتے نہیں دیکھ رہے۔ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کھوکھلی ہو رہی ہے اور ہم سب اب قابل رحم حالت میں ہیں۔

اب چیزوں کو صاف صاف دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اب غزہ میں نسل کشی میری یا آپ کی رائے نہیں ہے۔ اب یہ ریکارڈ پر ہے۔ اسے صرف مان لینا کافی نہیں رہ گیا ہے۔ لفظ بموں کو نہیں روک سکتے۔ بیانات دینے سے بھوک سے مرنے والوں کے پیٹ نہیں بھرے جا سکتے۔ دنیا کو اب عمل کر کے دکھانا ہوگا۔ اسرائیل پر پابندیاں لگانا ہوں گی، اسے رکاوٹوں سے گزارنا ہوگا، الگ کرنا ہوگا، امریکہ کی ہاں میں ناں ملانا ہوگی، مداخلت کرنا ہوگی، اتحادیوں کی معیشت بند کرنا ہوگی اور پھر تسلیم کرانا ہوگا کہ نسل کشی ہوئی ہے۔ ورنہ نسل کشی کا محض اعتراف بہت سنگین اور ظالم مذاق ہوگا۔ اس کی قیمت مارے جانے والوں سے وصول ہوگی۔ اگر ہم واقعی یہی چاہتے ہیں تو ہمیں کہنا ہوگا کہ ”نہیں، اب نہیں، دوبارہ نہیں۔“

پھر غزہ کو خون بہاتے نہیں دیکھنا ہوگا، اسے موت سے بچانا ہوگا۔ دنیا بحث کرتی رہے کہ اس کی قانون میں تعریف کیا ہے۔ دوبارہ نہیں کا مطلب ہے کہ دوبارہ نہیں۔

[بہ شکریہ: الجزیرہ ادارتی مؤقف]

جائزہ: ابوالعین

اسرائیلی حملہ: غزہ سٹی میں نسل کشی میں تیزی

غزہ سٹی پر قبضہ کے لیے بنائی گئی حکمت عملی میں شامل ہے کہ اسرائیل کو زمین درکار ہے، انسانوں کو تو جانور قرار دے چکا ہے۔ اس لیے غزہ سٹی کے رہائشیوں اور وہاں موجود فلسطینیوں کو حکم دیا گیا ہے، جہاز سے پمفلٹس گرائے گئے ہیں کہ جگہ خالی کر دو۔ اب شہریوں کو بے چینی نے آن لیا ہے۔ اس حکم کا مطلب بہت واضح تھا کہ وقت مقررہ کے بعد کسی انسان کو زندہ رہنے نہیں دیا جائے گا۔ لوگ عجیب ذہنی خلجان میں مبتلا ہیں کہ شمالی غزہ جائیں تو وقت کی شدید فائرنگ اور میزائیلوں کی بارش ہو رہی ہے۔ گزشتہ میزائل باری اور بمباری میں بچ رہنے والی عمارتوں کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ لوگ سوچتے ہیں کہ جنوب کی طرف نکل جائیں تو تب بھی ایسی ہی بمباری وہاں بھی جاری ہے۔

اسرائیل کو ان حملوں کے لیے بارود کے ڈھیر امریکہ اس کے اتحادی بالخصوص برطانیہ، فرانس، اٹلی، جرمنی اور دیگر فراہم کرتے جا رہے ہیں۔ صرف سپین نے کسی حد تک فراہمی روکی ہے۔ نیتن یاہو نے خبردار کیا ہے کہ بارود اور اسلحہ کی خریداری روکنے والوں کو علم ہونا چاہیے کہ اسرائیل کی اپنی فیکٹریاں بارود بنا رہی ہیں۔

غزہ سٹی کے بہت بڑے علاقے میں اس حملے کے وقت دس لاکھ فلسطینی موجود تھے۔ ان کو پوری طرح سے علم تھا کہ اسرائیل حملہ کرے گا اور بے دریغ قتل عام کرے گا۔ چناں چہ غزہ سٹی کے گلی، محلے، سڑک، میدان اور کھلیان ہر جگہ نظر آنے والا ہر فلسطینی قتل ہو رہا ہے۔ گلیوں، سڑکوں اور چوراہوں پر فلسطینیوں کی لاشیں جا بہ جا پڑی ہیں۔ بعض مقامات پر ان لاشوں کے ڈھیر ہیں۔

غزہ سٹی کے ٹینٹ ایریا میں سرطان کے مریض بھی رکھے گئے تھے۔ ایک فلسطینی برجیس الخالدی کا کہنا ہے کہ بائیں طرف کوئی جگہ نہیں بچی، دائیں سمت بھی کہیں ایسی محفوظ جگہ نہیں ہے۔ نہ جنوب میں اور نہ ہی شمال میں میں۔ ہم ہر طرح سے مکمل گھیرے جا چکے ہیں۔ الخالدی بھی سرطان کا مریض ہے۔ لوگ عمارتوں کے ڈھیر کو دیکھتے ہیں اور کبھی لاشوں کے ڈھیر کو دیکھتے ہیں۔ عمارتوں کے ڈھیر سے اب انسانی جسم کی بو نہیں آتی۔ لاشوں کے ڈھیر سے بو دور سے آنے لگتی ہے۔ اس کے باوجود موقع ملتے ہی لوگ اپنے عزیزوں کو ڈھونڈنے آتے ہیں۔

اسرائیل نے اسی قتل عام کو جاری رکھنے کے لیے دوحہ میں حماس کی لیڈرشپ کو مارنے کے لیے حملہ کیا تھا۔ رائٹرز نے لکھا ہے کہ جس عمارت میں بات جاری تھی، اس کے قریبی پٹرول اسٹیشن سے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے تھے۔ اس پر بھی میزائل برسائے گئے تھے۔ اس اسٹیشن کے قریب ایک رہائشی عمارت کو امیری گارڈز نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ مزاکرات سے ایک دن پہلے تک یہ عمارت گارڈز کے حصار میں تھی۔

اسرائیل متعدد حماس راہنماؤں کو شہید کر چکا ہے۔ اس نے اکتوبر 2023ء میں حملہ اٹھارہ سال کی مسلسل ناکہ بندی اور بار بار کے صہیونی حملوں کے بعد کیا تھا۔

جب سے اسرائیل نے غزہ سٹی پر زمینی حملہ شروع کیا ہے، 20 سے زیادہ امدادی اداروں نے غزہ سے بار بار بین الاقوامی مداخلت پر زور دیا ہے۔ یو این کمیشن صہیونی حملوں کو جنگی جرائم اور غزہ میں بے گناہوں کے قتل عام کو نسل کشی قرار دے چکا ہے۔ جلد ہی دنیا بھر

کے راہنماؤں کا اقوام متحدہ میں اجلاس بھی متوقع ہے۔ امدادی اداروں نے ان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ سب اقوام متحدہ کے مینڈیٹ کے مطابق اس قتل عام کو رکوانے کے لیے جلد از جلد اقدامات کریں۔ ان 20 اداروں کے گروپ نے کہا ہے کہ اب تک دنیا اس سفاکانہ پالیسی کو اسرائیل سے رکوانے میں ناکام چلی آ رہی ہے۔ گروپ نے کہا ہے:

''حقائق نظرانداز کیے جا رہے ہیں۔ تصدیق شدہ باتیں ایک طرف کر دی گئی ہیں۔ اس کے براہ راست نتائج یہ ہیں کہ زیادہ لوگ مارے جا رہے ہیں۔''

حقوق انسانی کی تنظیموں نے قرار دیا ہے کہ ریاستوں اور ممالک کی یہ ذمہ داری ہے کہ جلد از جلد ایکشن لیں۔ تمام دستیاب سیاسی، معاشی اور قانونی ذرائع حرکت میں لائے جائیں۔ اب خطابت اور نیم دلی سے کیے گئے ادھورے اقدامات کا وقت نہیں رہا۔ انہوں نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ کا بین الاقوامی قانون عالمی امن کا بنیادی ضامن ہے۔ اگر ممبر ممالک ان ضروری اقدامات کو کسی آپشن کے طور پر لیتے رہے تو وہ نہ صرف اس نسل کشی اور قتل عام کے سہولت کار بنیں گے بل کہ وہ مستقبل کے لیے غلط مثال قائم کر رہے ہیں۔

غزہ میں رنتیسی ہسپتال پر اسرائیل کے فضائی حملے سے 40 زیر علاج مریضوں نے مجبوراً راہ فرار اختیار کی۔ وزارت صحت نے ان حملوں کی شدید مذمت کی ہے۔ ہسپتال پر محض چند منٹوں میں جنگی طیاروں نے تین بار میزائل مارے، وزارت صحت نے کہا ہے کہ یہ حملے ثابت کر رہے ہیں کہ اسرائیل طے شدہ نسل کشی کی پالیسی پر عمل کر رہا ہے اور وہ مسلسل صحت عامہ کے مراکز کو نشانہ بنا رہا ہے۔ رنتیسی ہسپتال پر حملے بھی اسی پالیسی کا تسلسل ہیں۔ رنتیسی ہسپتال میں زیر علاج 80 مریضوں کو خطرناک بیماریوں میں طبی امداد دی جا رہی تھی۔ اس میں بچوں کی دیکھ بھال کی وارڈ بھی کام کر رہی تھی۔ ان کے ساتھ 8 نیو نیٹل کیئر یونٹس بھی کام کر رہے تھے۔

18 ستمبر کو غزہ میں 17 افراد کو علی الصبح شہید کر دیا گیا۔ ان میں سے 3 کا تعلق غزہ سٹی سے تھا۔ طبی ذرائع نے بتایا کہ بہت بڑی تعداد میں افراد زخمی بھی ہوئے۔ اب تک اسرائیل اس طرح سے 108 فلسطینی شہید کر چکا ہے۔ ان میں 93 شمالی غزہ، 9 وسطی اور 6 کو جنوب میں شہید کیا گیا ہے۔

کینیڈا کی وزارت خارجہ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ غزہ سٹی میں اسرائیل کا ''نیا زمینی حملہ'' تباہ کن ہے۔

غزہ میں جاری اس زمینی حملہ کے دوران میں چند نئی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔

۔۔۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے برطانیہ کا غیر معمولی دورہ کیا ہے۔ سعودیہ، قطر اور امارات کے بعد یہ ان کا دوسرا غیر ملکی دورہ ہے۔

۔۔۔ فرانس کی وزارت خارجہ نے ایک بیان میں اسرائیل پر زور دے کر کہا ہے کہ وہ غزہ سٹی میں ''تباہ کن پالیسی'' ترک کرے۔ اسرائیل غزہ سٹی خالی کرانے کے لیے بے دریغ فلسطینیوں کو قتل کر رہا ہے۔

۔۔۔ جاپان نے کہا ہے کہ وہ فی الحال فلسطینی ریاست کو تسلیم نہیں کرے گا۔ یہ پالیسی امریکہ سے تعلقات خراب نہ کرنے کے لیے اختیار کی گئی ہے۔ وہ اسرائیل کے سخت رویوں کو بھی مزید سخت نہیں کرنا چاہتا۔ اس بات کا اظہار جاپان کے اخبار Asahi نے کیا ہے۔

۔۔۔ امریکہ میں مزدور تنظیموں، یونیورسٹی آف کیلی فورنیا کے اساتذہ اور طلبہ نے مل کر ڈونلڈ ٹرمپ پر عدالت سے رجوع کیا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ صدر غزہ میں اسرائیل کے حملوں پر مظاہرہ کرنے والوں کو سختی سے کچلنے کی کوشش کر رہا ہے، وہ وفاقی فنڈز منجمد کر رہا ہے اور اسی طرح کے دیگر اقدامات کر رہا ہے۔ اسے ان اقدامات سے باز رکھا جائے۔

۔۔۔ ایڈووکسی کی تنظیموں کی ایک کولیشن اور فین گروپس نے یورپ کی فٹ بال فیڈریشنز سے کہا ہے کہ ٹائم سکوائر بل بورڈز میں اسرائیل کا بائیکاٹ کریں۔

غزہ سٹی میں اسرائیل کے اقدامات کے بارے میں چند حقائق یوں بیان کیے جا رہے ہیں:

۔۔۔ فلسطینیوں پر جہازوں، ڈرونز اور کواڈ کاپٹرز سے حملے کیے جا رہے ہیں، توپ خانہ بمباری اور قابض فوج مسلسل فائرنگ کر رہی ہے۔

۔۔۔ 16 ملکوں کے وزرائے خارجہ نے اسرائیل کو وارننگ دی ہے کہ وہ گلوبل صمود فلوٹیلا پر کسی بھی نوعیت کے حملے سے باز رہے۔ یہ سول سوسائٹی کا اقدام ہے جو غزہ کا غیر قانونی، غیر اخلاقی محاصرہ اور ناکہ بندی توڑنے آ رہے ہیں۔ وہ وہاں کے محصور لوگوں کے لیے غذائی اجناس اور ادویات لے کر آ رہے ہیں اور وہ مسلح بھی نہیں ہیں۔

۔۔۔ یمن کی حوثی حکومت نے کہا ہے کہ عرب اسلامی سربراہ کانفرنس کا اعلامیہ ''مایوس کن'' ہے۔ یہ امیدوں اور توقعات کے بالکل برعکس ہے۔

اقوام متحدہ کے انکوائری کمیشن نے پھر خبردار کیا ہے کہ اسرائیل غزہ میں نسل کشی کر رہا ہے۔

غزہ سٹی میں مختصر وقفوں میں سیاہ دھویں کے بادل اٹھتے ہیں۔ اسی طرح کا گہرا بادل تب بھی اٹھا جب جنوب میں طل حوا ٹاور کو بموں اور میزائیلوں سے نشانہ بنایا گیا۔

زیتون اور شیخ رضوان کے علاقوں پر شدید بمباری کی گئی۔ ان دونوں رہائشی علاقوں پر فضا سے مسلسل حملے کیے گئے۔ قابض فوج نے اپنے حملوں میں اضافہ کر دیا۔

اسرائیل کے وزیر دفاع یسرائیل کاتز نے غزہ سٹی پر زمینی حملہ کے آغاز پر مبارک باد کے پیغام ارسال کیے۔ ایکس پر ان کا پیغام جاری ہوا کہ غزہ جل رہا ہے۔

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوتریس نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ غزہ میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ ہولناک ہے۔ یہ جنگ اخلاقی، سیاسی اور قانونی ہر اعتبار سے ناقابل برداشت ہے۔

گوتریس نے مزید کہا کہ جنرل اسمبلی سے خطاب کے لیے آنے والے نیتن یاہو سے وہ مل کر صورت حال کو نارمل کرنے پر زور دیں گے۔

دوسری طرف ٹرمپ انتظامیہ اسرائیل میں متعدد امریکی شہریوں کے قتل کی تحقیقات میں پیش رفت میں مسلسل ناکام چلی آ رہی ہے۔ اس پر کانگریس کی خاتون رکن پامیلا چپایا نے کیپٹیل ہل واشنگٹن میں اپنے بیان نے کہا ہے:

''میں اور کانگریس میں میرے ساتھی بار بار زور دے رہے ہیں کہ ذمہ داروں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے لیکن تحقیقات آگے نہیں بڑھ رہیں۔ اس میں کہیں شفافیت نہیں ہے۔ کہیں نظر نہیں آتا کہ امریکہ اپنے شہریوں کے دفاع اور سلامتی پر زور دے رہا ہے۔ اسرائیلی حکومت اب تک 8 امریکیوں کو قتل کر چکی ہے۔''

نیتن یاہو نے ایک بیان میں کہا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ہماری اپنی اسلحہ فیکٹری ہوتا کہ دنیا ہمیں دھمکیاں دینا بند کرے کہ وہ ہمارا اسلحہ روک لے گی۔ یہ بیان اس شدید دباؤ کے جواب میں دیا گیا ہے جس کا مقصد اسرائیل کو مجبور کرنا تھا کہ وہ غزہ میں نسل کشی بند کرے۔

براہ راست رپورٹ: عبدالقیوم فہمید

فلسطینیوں کا وطن کی مٹی پر مر مٹنے کا جرات مندانہ عزم

دنیا کی تاریخ میں مظلوموں کے صبر اور جابر طاقتوں کے ظلم کی بے شمار داستانیں درج ہیں، مگر آج کے دور میں سب سے روشن اور دل دہلا دینے والی مثال فلسطین کی سرزمین پر رقم ہو رہی ہے۔ اسرائیلی جنگی مشین اپنی جدید ترین ٹیکنالوجی، ایٹمی طاقت اور مہلک ہتھیاروں کے باوجود ایک ایسی قوم کو جھکانے میں ناکام رہی ہے جو صدیوں سے اپنی زمین، اپنے حق اور اپنے وجود کے تحفظ کے لیے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑی ہے۔ ویسے تو فلسطینی آٹھ عشروں سے اپنے وجود اور بقا کی جنگ لڑتے ہوئے اپنی نسلوں کو قربان کرتے آ رہے ہیں مگر پچھلے دو برس کا عرصہ ان پر فلسطین ہی نہیں انسانی تاریخ کا بھی خوفناک دور بن کر گزرا ہے۔ صہیونی جنگی مشین نے جس بے رحمی کے ساتھ نہتے فلسطینیوں کا نسلی صفایا کرنے کے لیے طاقت کا بے تحاشا استعمال کیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ دوسری طرف بے بس، نہتے اور معصوم فلسطینی جس استقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے وطن کی مٹی سے جڑے ہوئے ہیں وہ حوصلہ غاصب طاقت کی جارحیت کے مقابلے میں زیادہ طاقت ور ثابت ہو رہا ہے اور صہیونی جنگی مشین بھوکے پیاسے اور نہتے فلسطینیوں کو جھکانے میں بری طرح ناکام و نامراد ٹھہری ہے۔

گزشتہ دو برسوں سے غزہ کی پٹی ایک ایسے محاصرے کا شکار ہے جو انسانی تاریخ میں شاید ہی اپنی مثال رکھتا ہو۔ عالمی اداروں کی رپورٹس کے مطابق صرف اس عرصے میں دسیوں ہزار معصوم فلسطینی شہید ہوئے ہیں، جن میں ایک بڑی تعداد عورتوں اور بچوں کی ہے۔ ہسپتال ملبے میں بدل گئے، اسکول کھنڈر بن گئے اور زندگی کی سب سے بنیادی ضروریات پانی، دوا، بجلی اور خوراک ظالمانہ بمباری اور محاصرے کے سبب ناپید ہو چکی ہیں۔ لیکن ان سب کے باوجود غزہ کے لوگ شکست تسلیم کرنے کے بجائے اپنی مٹی سے جڑے ہوئے ہیں، اپنی سرزمین کو خون سے سینچتے ہوئے آزادی اور امید کی شمع جلائے ہوئے لازوال قربانیوں کی داستانیں رقم کر رہے ہیں۔

یہ اجتماعی قتل عام محض جسموں کا خاتمہ نہیں بلکہ انسانی ضمیر کا امتحان بھی ہے۔ اسرائیلی فوج نے ٹینکوں، ڈرونز اور جہازوں کے ذریعے شہر در شہر آگ میں جھونک دیے مگر فلسطینی عوام نے صبر و استقامت کی وہ مثال قائم کی جو رہتی دنیا تک آزادی کی تحریکوں کو جلا بخشتی رہے گی۔

ہر بمباری کے بعد جب کوئی بچہ ملبے تلے سے زندہ نکلتا ہے، جب کوئی ماں اپنے شہید بیٹے کو آخری بار چوم کر دعا کے کلمات دہراتی ہے، یا جب کوئی بزرگ اپنی جھریوں بھری آنکھوں سے کہتا ہے کہ" ہم کبھی ہار نہیں مانیں گے" تو یہ منظر اسرائیلی جنگی مشین کی ناکامی پر مہر ثبت کر دیتا ہے۔

فلسطینی عوام نے دنیا کو یہ پیغام دیا ہے کہ طاقتور ہتھیار قوموں کے عزم کو شکست نہیں دے سکتے۔ وہ آج بھی کھڑے ہیں، بارود اور آگ کے درمیان، اپنی زمین، اپنی شناخت اور اپنی آنے والی نسلوں کے مستقبل کے لیے ڈٹے ہوئے ہیں۔ یہی استقامت ہے جو انہیں اسرائیلی جارحیت کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنا دیتی ہے۔

قابض اسرائیل کے بڑھتے جارحانہ حملوں، مسلسل فوجی یلغار اور وسطی غزہ و شمالی علاقے پر ڈھائے جانے والے ظلم و سفاکیت کے باوجود اہلِ غزہ اپنی زمین سے وابستہ ہیں اور جبری بے دخلی و نسلی تطہیر کے اس مذموم منصوبے کو ماننے سے یکسر انکاری ہیں۔ ان کی زبان پر ایک ہی نعرہ ہے جو ان کے صبر و استقامت کی پہچان بن چکا ہے کہ ’’ہم یہیں رہیں گے، ہرگز نہیں جائیں گے۔ ہم موت قبول کریں گے مگر جبری نقل مکانی نہیں۔‘‘

قابض اسرائیلی فوج کی طرف سے مسلسل دھمکیوں اور بار بار جنوبی غزہ کی طرف نکل جانے کے احکامات کے باوجود ہزاروں فلسطینی خاندان اپنی جگہ ڈٹے ہوئے ہیں۔ وہ نہ صرف

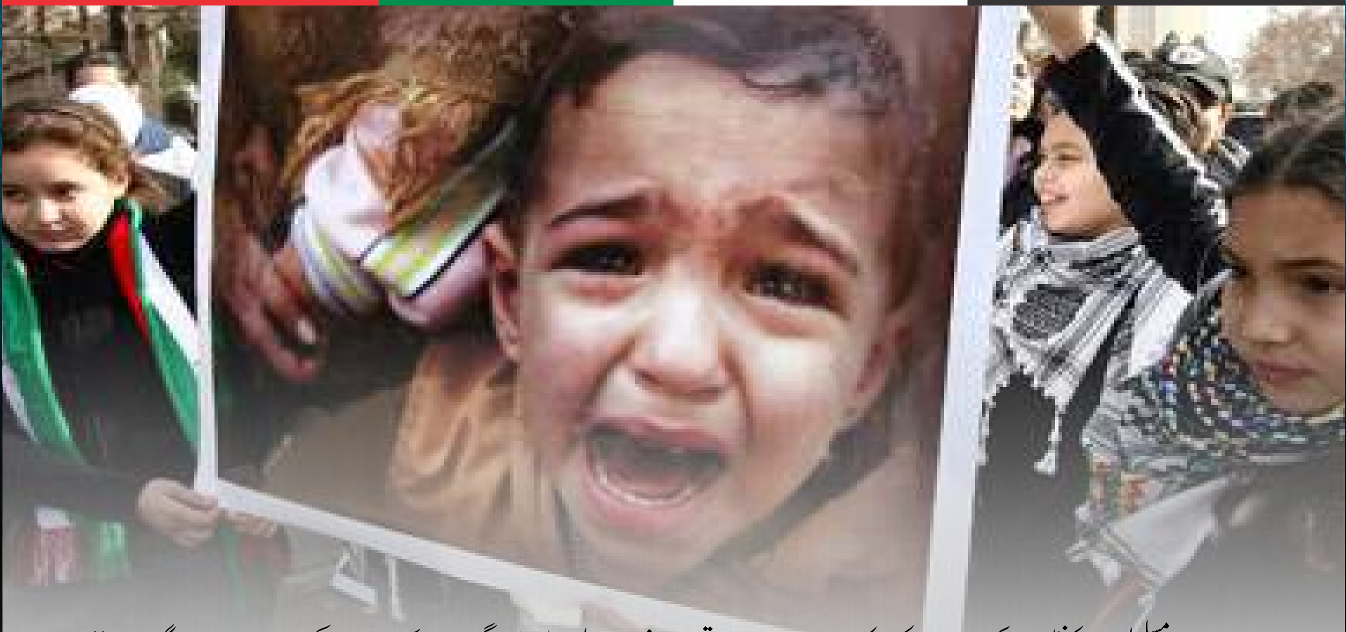

اندھادھند بمباری اور مسلسل تباہی کو نظر انداز کر رہے ہیں بلکہ بھوک و پیاس اور بڑھتے قحط کے عالم میں بھی اپنی زندگی کو ایک روزانہ کی جدوجہد کے طور پر جیتے جا رہے ہیں۔

گیارہ اگست 2025ء سے قابض اسرائیلی فوج نے غزہ شہر پر زمینی جارحیت کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا جس میں درجنوں ہولناک اجتماعی قتل عام اور فلسطینی خاندانوں کو ان کی بستیوں سمیت نیست و نابود کرنے کے واقعات شامل ہیں۔

غزہ میں سرکاری پریس آفس کے مطابق صرف تین ہفتوں میں قابض اسرائیل نے گیارہ سو فلسطینیوں کو شہید کر دیا اور سو سے زیادہ خودکش روبوٹ دھماکوں کے ذریعے غزہ کے گنجان آباد علاقوں کو ملبے کا ڈھیر بنا ڈالا۔

اگرچہ کچھ خاندانوں کو مجبوری کے تحت جنوبی غزہ جانا پڑا مگر جلد ہی یہ حقیقت کھل گئی کہ قابض اسرائیل کا یہ پروپیگنڈا کہ جنوب ''محفوظ علاقہ'' ہے، محض ایک جھوٹا فریب اور ایک چال تھی تاکہ شمالی غزہ کو آبادی سے خالی کرایا جا سکے۔

شمال مغربی غزہ کے علاقے کرامہ کی ایک تنگ گلی میں بیٹھی ام رائد حمودہ اپنے خستہ حال خیمے کے باہر گذشتہ دنوں کی روداد سناتی ہیں۔ وہ اپنے شوہر اور بچوں کے ہمراہ جب جبالیہ اور ابو اسکندر کی بمباری سے بچنے کے لیے دیر البلح پہنچی تھیں تو ان کے الفاظ میں یہ محض ہجرت نہیں بلکہ ''روح کو جسم سے اکھاڑنے'' جیسا تجربہ تھا۔

وہ کہتی ہیں کہ ''ہمیں قابض اسرائیل نے نکلنے پر مجبور کیا۔ میں نے چھوٹے بچے کو بازوؤں میں اٹھایا، شوہر ایک پرانی ریڑھی کھینچ رہا تھا جس پر چند کمبل رکھے تھے۔ دھماکوں کی گونج کے درمیان ہم نے کئی گھنٹے پیدل سفر کیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے موت ہر قدم پر ہمارا پیچھا کر رہی ہو۔''

ام رائد آنکھوں میں آنسو لیے مزید بتاتی ہیں کہ ''راستے بھر ناقابلِ فراموش مناظر تھے۔ عورتیں چیخ رہی تھیں، بچے بلک رہے تھے اور سڑک کنارے لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ ہمیں معلوم نہ تھا منزل تک پہنچیں گے یا راستے میں ہی جان دے بیٹھیں گے۔''

مگر جنوبی علاقے تک پہنچنا کسی نجات کے بجائے ایک نئی اذیت ثابت ہوا۔ وہ کہتی ہیں کہ ''پہلی رات ہم دیر البلح کی سڑک پر سوئے۔ پانی تھا نہ کھانا اور نہ ہی کوئی پناہ گاہ۔ مراکزِ پناہ میں اس قدر بھیڑ تھی کہ بچے بھوک اور پیاس سے چیخ اٹھے۔ اس وقت سمجھ آ گیا کہ یہ ہجرت خلاصی نہیں بلکہ ایک اور عذاب ہے۔''

کچھ دن بعد اس خاندان نے واپس غزہ لوٹنے کا فیصلہ کیا، ''ہم نے سوچا کہ کم از کم اپنے شہر میں ملبے تلے ہی سہی مگر عزت کے ساتھ جی سکتے ہیں، یہاں اپنے لوگ ہیں۔''

ام رائد نے درد بھری آواز میں کہا کہ ''اب ہم سلامتی نہیں ڈھونڈتے، وہ ہم سے چھن چکی ہے۔ ہماری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ ہم اپنی زمین پر عزت سے باقی رہیں، چاہے اپنے گھر کے کھنڈر کے پاس خیمے میں ہی کیوں نہ ہوں۔''

ابو عاہد شمالی کا حال بھی کچھ مختلف نہیں۔ شدید گولہ باری نے انہیں اپنے اہل خانہ سمیت جنوبی علاقے الزوایدہ کی طرف دھکیل دیا۔ مگر وہاں بھی اذیت کم نہ ہوئی۔ وہ بتاتے ہیں ''ہم ایک تنگ خیمے میں درد بھری دنیا کے ساتھ رہتے، ہوا کا گزر نہ تھا، نہ پرائیویسی۔ پانی کی ایک بوتل یا بیت الخلا کے لیے روزانہ جھگڑے ہوتے۔ میرے بیٹے کو مٹی میں کانپتے دیکھ کر لگا جیسے میری انسانیت مجھ سے چھین لی گئی ہو۔''

بالآخر ابو عاہد نے بھی واپس ملبے کا ڈھیر بنے گھر کا رخ کیا۔ ان کے الفاظ میں ''یہاں کم از کم ہمیں احساس ہے کہ ہم اپنی زمین پر ہیں، اپنے ہمسایوں کے ساتھ۔ یہی ہمارے وجود کی پہچان ہے۔''

جو خاندان شمالی غزہ واپس آئے انہیں تباہ گھروں اور اجڑی بستیوں کے سوا کچھ نہ ملا۔ کئی نے پھٹے پرانے کپڑوں کے خیمے گاڑھے، کچھ نے زینکو کی چادروں سے عارضی جھونپڑیاں بنائیں۔ مگر ان سب نے جنوبی پناہ گاہوں کی ذلت کو ٹھکرا دیا۔

ان کے نزدیک بمباری تلے مرنا، بے وطنی کے عذاب سے بہتر ہے۔ ابو عاہد پُرعزم لہجے میں کہتے ہیں کہ ''ہم خیرات کی قطاروں میں کھڑے اعداد نہیں۔ ہم اس سرزمین کے وارث ہیں اور یہیں رہیں گے، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔''

موت کے سائے ہر طرف ہیں مگر اہلِ غزہ کے عزم میں ذرہ برابر لغزش نہیں۔ وہ پوری دنیا کو یہ واضح پیغام دے رہے ہیں: ہم اکھاڑے نہیں جائیں گے، ہمیں بے دخل نہیں کیا جا سکتا، کوئی نئی نکبہ مسلط نہیں ہو سکتی۔

ہر ٹوٹے مکان اور ہر خیمے کے نیچے یہی صدا بلند ہو رہی ہے کہ وطن محض ایک جگہ نہیں بلکہ عزت اور حق کا وہ رشتہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

یہ جذبہ محض الفاظ نہیں بلکہ ایک قوم کے ضمیر کی آواز ہے جو اپنے بچوں، اپنے گھروں اور اپنے مستقبل کے لیے لڑ رہی ہے۔ غزہ سے اٹھنے والی ہر صدا مظلومیت اور استقامت کی داستان سناتی ہے۔ غاصب اسرائیلی جنگی مشین کے سامنے ڈٹے نہتے فلسطینی بتا رہے ہیں کہ فلسطینیوں کا غیر متزلزل عزم ان کی اصل طاقت ہے جو سیسہ پلائی دیوار ثابت ہوا ہے۔

پس پردہ: رُبیٰ میسون

بھوک، لوٹ مار: غزہ میں اسرائیلی ہتھیار

فلسطینی کیا اور کیسے سوچتے ہیں!

''یوں لگتا ہے کہ غزہ میں ہم سب بدل گئے ہیں۔ یہ تبدیلی ہمیشہ کے لیے ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ گزشتہ دو برسوں میں ہمارے ذہن کی اناٹومی کچھ سے کچھ ہوگئی۔ ہمارے اندر حالات سے لڑنے کی صلاحیت اور برداشت انسانی حد سے بڑھ گئی ہے۔''

جب بھی غزہ سے باہر کی دنیا کا کوئی دوست دریافت کرتا ہے۔ کیسے ہو اور کیسے جی رہے ہو؟ میرا جواب ہوتا ہے: ہماری حالت الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتی۔

''میں نے اپنے دوستوں سے ایک منٹ کی ویڈیو ریکارڈنگ شیئر کی ہے۔ اس میں ڈرون ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے اور اس کی صدا یوں ہے جیسے بے شمار مکھیاں بھنبھنا رہی ہوں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ تصور کریں کہ اعصاب کو شل کرتا شور ایک لمحے کو بھی تھمتا نہیں ہے اور یہ معاملہ ہمارے ساتھ گزشتہ دس گھنٹوں سے جاری ہے۔''

اب آپ خود سوچیے کہ اس طرح کے نفسیاتی ماحول اور فضا میں زندگی بسر کرنا کیسا تجربہ ہے؟ اس میں وقفہ نہیں ہے۔ یہ سلسلہ دو سال سے جاری ہے۔

زندگی کو ختم کرتی یہ ذہنیت غزہ میں تقریباً ہر فرد کی بن گئی ہے۔ اس سے نہ بچے اور بوڑھے مستثنیٰ ہیں، نہ مرد و زن بچے ہوئے ہیں اور نہ ہی لڑکپن اور بچپن کو راہ فرار ہے۔

کیا اسی صورت میں زندہ رہ جانے والا دوبارہ بحال ہوکر زندگی گزار سکے گا؟

''ہمارے زخم مندمل ہوں تو کیسے؟ کوئی نیوز بلیٹن یا کوئی اعداد و شمار اس آزمائش کو بیان ہی نہیں کرسکتے ہیں۔ یہ ایسے نقصانات ہیں جو گولی، بم یا میزائل سے کم ہرگز نہیں۔ یہ ہماری روح انسانیت کو دباؤ، دھونس اور تباہی کے نئے اسباق یاد کرا رہے ہیں۔''

میں گلی میں اپنے ایک دوست کی طرف بھاگا۔ وہ اس نسل کشی سے پہلے یونیورسٹی پروفیسر تھا۔ اس کا چہرہ پیلا زرد پڑ چکا تھا۔ اس کا لباس دیکھ کر کوئی بھی انداز کرسکتا تھا کہ شاید مہینوں سے تبدیل نہ کیا ہو۔ اس کا چہرہ ستایا ہوا اور یوں لگتا تھا کہ اس نے ان مہینوں میں صدیوں کا بوجھ اٹھا رکھا ہو۔ تھکا ہوا، پژمردہ، زندگی سے بہت دور!

میں نے اسے سلام کیا۔ ''کیسے ہو دوست!'' یہ ایک بے معنی اور بالکل کھوکھلا سوال تھا۔ لیکن بات بھی تو کہیں سے شروع کرنا تھی۔

''ہماری شان و شوکت بے تہذیب بنادی گئی ہے، ہمارا وقار ہمارا ہی منہ چڑا رہا ہے۔'' اس کا جواب تھا۔ ہم ایسے دور میں رہ رہے ہیں جس میں چور اور اُچکے ہی خوش حال ہوسکتے ہیں۔ عزت دار تو بھوک سے مرجاتے ہیں، مایوسی پیچھا ہی نہیں چھوڑتی۔ قبر تک ساتھ ہی ساتھ رہتی ہے۔''

جو بچ رہے اسے مسل دو:

میرے دوست نے ایک جملے میں سارے سچ کو سمیٹ دیا تھا۔ یہاں کی معاشرت نئے طریقے سے انجینئر کی جارہی ہے۔ یہ طے شدہ اور سوچی سمجھی پالیسی ہے۔ اسے قابض حکام کی شیطانی ذہنیت نے ترتیب دیا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ ابلیس کی مجلس شوریٰ تھی۔

اس نسل کشی کے آغاز سے ہی قابض اسرائیلی حکام نے پروفیسرز، ڈاکٹرز، جرنلسٹس، عوامی آواز سمجھے جانے والی شخصیات کو ہزاروں کی تعداد میں زندگی کے ہر شعبہ سے نشانہ بنایا۔ ان کو موت سے کم سزا بھی نہ دی گئی۔ اس طرح انہوں نے فلسطینی معاشرت کو اس کے حسن، ذہن اور دل سے چن چن کر محروم کردیا۔ ذلیل و رسوا کردیا۔ جو مر نہ سکا، اسے جیتے جی مار دیا۔

قابض حکام نے اسی دوران میں نہایت شاطرانہ پالیسی ترتیب دی۔ جو بمباری، فائرنگ سے بچ رہے، اسے مسل دو۔ چناں چہ گروہ ترتیب دیے گئے۔ اگر 50 ٹرک خوراک غزہ

میں داخل ہو تو ایک بھی بچ کے نہ جائے۔ساری خوراک لوٹ لو اور پھر مطلوب فلسطینیوں کو پکڑلو کہ تم لٹیرے ہو، تم چوراُچکے ہو، زندان میں ڈال دو۔ سڑنے دو، مرنے دو۔ خوراک کے عالمی اداروں کے ذخیروں پر قدغنیں لگاؤ، پابندیاں لگاؤ اور پھر جو کوئی غزہ فاؤنڈیشن سے خوراک لینے آئے، گولیاں ماردو، سنائپر سے کہو کہ چن چن کر تگڑے لوگوں کو مارو، ماؤں کو مارو۔ یہ خوفزدہ ہیں، ڈرے ہوئے ہیں کہ جو بچ رہے تو کل سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔

اس پالیسی نے چوراچکوں کی ایک پوری نئی نسل تیار کردی ہے۔ان کو جنگ اور لوٹ مزہ دیتی ہے۔یہی تو یہ چاہتے تھے۔سب ختم کرنے کا ایک طریقہ کار یہ ہے کہ مجرموں کو جمع کر کے ان کے گینگ بناؤ، ایک کو بڑا بناؤ، اسلحہ دو اور لوٹ مار کا لائسنس ہو۔جس کی کارکردگی اوسط سے کم ہو، اسے ماردو۔ یہ لوٹ مار کرنے والے معاشرے سے ہی اٹھائے جاتے ہیں۔

معاشرت کی محترم شخصیات، یونیورسٹی پروفیسرز، ڈاکٹرز، اصلاح کار۔ یہ لوگ تو ٹرک نہیں لوٹ سکتے۔ٹرکوں کا تعاقب نہیں کر سکتے۔ امریکی جو خوراک دیتے ہیں، وہ مارتے بھی ہیں، مفت کچھ بھی نہیں ہے۔کیا سود کھانے والے مہاجن بھی کسی کو کچھ بھی مفت دیتے ہیں؟

بچپن کی تباہی:

قدرت تو بچپن تباہ نہیں کرتی۔ اسے ماں کی تمنا دیتی ہے، وافر مقدار میں دانا پانی دیتی ہے۔قابض حکام ممتا چھین رہے ہیں، دودھ کی ایک ایک بوند مشکل تر بنا رہے ہیں۔اس میں بھی ظلم اپنی نئی ہیئت میں سامنے لایا جارہا ہے۔وہ جن کی معاشرے میں باعزت شناخت تھی، پروفیشنل وقعت تھی۔انہیں مجبور کردیا گیا ہے کہ وہ ذلت کی انتہائی پستیوں میں گرتے چلے جائیں۔سخت محنت بھی کریں تو بہ مشکل انتہائی کھانے کی ایک ادنیٰ سی پلیٹ تھمادی جائے۔

لوگوں کے سامنے ایسا سماج لایا جارہا ہے جس میں وحشت ہے، انسانی رشتوں کی توہین ہے، تباہی ہے۔زندہ رہنا ہے تو دوسرے کی پرواہ چھوڑنی ہے۔

غزہ کے بچے بدل رہے ہیں۔ میں گلی میں چل پھر کے دیکھتا ہوں۔کیا دیکھتا ہوں کہ لڑکیوں کا ایک گروہ خوراک کے ٹرک کا تعاقب کر رہا ہے۔ایک بولی: ''جلدی کرو، پتھر مارو اسے، جانے نہ پائے۔'' دوسری لڑکی چلائی: ''اس پر مسلح گارڈ بیٹھے ہیں۔'' تیسری نے کہا: ''کچھ نہیں ہوگا، ہم انہیں بھی دیکھ لیں گی۔''

یہ بچپن کی، لڑکپن کی، نسوانیت کی بربادی ہے۔ یہ قابض حکام کی پالیسی ہے۔انہیں لوٹ مار پر لگادو۔

جب خوراک غزہ میں بہت کم مقدار میں داخل کی جاتی ہے، مقدار کے اعتبار سے زیادہ ہوتی ہے۔ گارڈز لے کر آتے ہیں اور بین الاقوامی اداروں کے حوالے کرتے ہیں تاکہ ترتیب سے تقسیم ہو سکے تو ایسے مناظر نہیں ملتے تھے۔

بچپن کی تباہی قدرت نہیں کر رہی۔لیکن ہو رہی ہے۔قدرت دیکھ رہی ہے۔

اسرائیل نے پالیسی بنائی ہے کہ وہ لوٹ مار کرنے والوں پر حملہ نہیں کرتا۔ وہ تقسیم کرنے والے عالمی اداروں پر، این جی اوز پر حملہ کرتا ہے۔ مقصد صاف ظاہر ہے: ''غزہ کو افراتفری کی دلدل میں اتاردیا جائے۔معاشرتی استحکام کو توڑ پھوڑ دیا جائے۔لوگوں کی انسانیت تباہ کردی جائے، انہیں وحشی بننے پر مجبور کردیا جائے۔ان میں اخلاق نام کی کوئی حس بھی باقی نہ رہنے دی جائے۔''

سیاسی کرداروں نے اب دلچسپی لینا ہی چھوڑ دی ہے۔غزہ کو طے شدہ منصوبے کے ذریعے تباہ کیا جارہا ہے۔اب اس پالیسی کے آگے کھڑا ہونے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ جو آتا بھی ہے، قابض گولی اسے اُچک لیتی ہے۔

فضا سے خوراک پھینکنے کا عمل اچھا تھا۔کیمروں سے دیکھا جاسکتا تھا کہ خوراک پہنچائی جارہی ہے۔درحقیقت اس کا اثر نہ ہونے کے برابر تھا۔لوگوں کی ضروریات تو کہیں زیادہ تھیں۔

سادہ خواب بھی ادھورے:

ہر روز، طیارے آتے ہیں اور غزہ پر پرواز کرتے ہیں۔وہ کسی نہ کسی مقام پر غزہ پر کارگو گراتے ہیں۔ بچے انہیں دیکھتے ہیں، تالیاں بجاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ایک جہاز سے گرایا گیا سامان عام طور پر نصف ٹرک کے بوجھ کے مساوی ہوتا ہے۔غزہ کو روزانہ ضروریات کے لیے 500 ٹرکوں کے سامان کی ضرورت رہتی تھی۔گویا روزانہ ایک ہزار پروازیں ہوں تو جہاز اتنا سامان گراسکیں۔پھر کسی جہاز کی دس یا بیس پروازیں روزانہ بھی ہوں تو چہ معنی! صرف علامتی اور کچھ نہیں۔ یہ محض میڈیا پر دکھانے کو تھیں۔عملی طور پر ان کا کردار نہ ہونے کے برابر تھا۔

بچے خوش ہو کر تالیاں بجالیتے تھے۔ان میں جوش وجذبہ پیدا ہوتا۔اس مشق سے اہل غزہ کو کچھ اور حاصل نہ ہوتا۔کسی ایک کے لیے اتنا کافی ہوتا کہ جہاز گزر رہا ہے اور اس نے بم نہیں گرایا۔ یہ بجائے خود ایک نیا مظہر تھا۔

اس جنگ سے پہلے غزہ کی فضا میں اسرائیلی جہاز بھی اڑتے تھے۔کبھی جنگی کبھی مسافر بردار۔کسی اور جہاز کی آمد کبھی کبھار ہوتی تھی۔ اکثر اسرائیلی جنگی طیارے گزرتے، کبھی نیچی پرواز کرتے اور کبھی اونچائی سے گزر جاتے۔ بچے جہازوں کے گزرنے پر اکثر ہی تالیاں بجاتے۔ جنگ کے ان لمحات میں جب کارگو جہاز آتے ہیں تو تھوڑا بہت جسمانی تناؤ کم ہو جاتا ہے کہ جہاز نے بم یا میزائل نہیں گرایا۔ یہ ایک طرح کا نفسیاتی کام تھا۔ بے پناہ دباؤ میں کچھ کمی محسوس ہوتی۔

کون ہے جو یہ بتا سکے کہ جنگ نے غزہ کے بچوں سے ان کا بچپن کس حد تک چھین لیا ہے۔شاید کوئی بھی نہیں۔

میرے نوسالہ بھتیجے معید نے مجھ سے دریافت کیا: ''جنگ کب ختم ہوگی؟'' میں نے اسے جواب دیا: ''مجھے نہیں معلوم! لیکن تم نے یہ سوال کیوں پوچھا۔'' میں نے اس سے جوابی سوال کردیا۔اس نے جواب دیا: کیوں کہ ہم تھک گئے ہیں۔ ہر بار وہ کہتے ہیں کہ سیز فائر ہونے کو ہے۔لیکن یہ ہوتی ہی نہیں۔''

میں نے اس سے پوچھا! ''جنگ بند ہوگئی تو تم کیا کرو گے؟'' اس نے کہا کہ وہ رفاہ واپس جانا چاہتا ہے۔ اگر جنگ بندی ہو جاتی ہے تو ممکن ہے کہ فوج واپس نہ جائے۔ یہ ایک سرحدی شہر ہے۔

''آپ حمد شہر واپس کیوں چلے نہیں جاتے؟'' ''آپ جنگ سے پہلے وہیں تو رہتے تھے؟'' ''میرا گھر تباہ ہو چکا ہے۔''

اس کا چہرہ تمتما اٹھا: ''آپ اسے نیا کیوں بنا نہیں لیتے۔'' میں خاموش رہا۔اس نے بار بار اپنا سوال دھرایا، بچپن کو کیا معلوم کہ میرا گھر اب ملبے کا ڈھیر ہے۔

میں نے اپنے آپ سے کہا: دنیا بچوں کی معصومیت کے ساتھ کیوں نہیں سوچتی۔

زاویہ نظر: ابوشمائل

غزہ خوراک فائونڈیشن: نسلی صفائی میں مددگار، خوراک فراہمی میں رکاوٹ

پسینے میں شرابور، گرمی سے تپتی ریت پر لیٹے، اپنے سروں کو بازوؤں میں چھپائے، نیچے۔۔ نیچے ہو جاؤ کی صدائیں لگاتے، گولیوں کی مسلسل تڑتڑاہٹ کے باوجود سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں، اس سے بھی زیادہ تاحد نظر پھیلے، کہیں ریت کی چھوٹی پہاڑیوں کی، کہیں مٹی کے تودوں کی آڑ لیتے یہ فلسطینی غزہ کو خوراک فاؤنڈیشن کے بارہ مراکز خوراک لینے یا شاید چند غذائی چیزیں، کچھ ٹشوز، بچوں کے دودھ کے دو ایک ڈبے، کھجور کے ایک یا دو پیکٹ یہی کچھ لینے آئے ہیں۔ صہیونی فوج فائرنگ پر کمر بستہ ہے۔

گولیاں ان کے آس پاس گرتی ہیں، ریت اور مٹی کے تودوں پر گرتی ہیں، جو کھڑا ہوا یا بھاگ نکلا، اسے اچک لیتی ہیں۔ اگست سے یہ تماشا جاری ہے۔

غزہ میں جنگ کے آغاز سے اسرائیل نے غذائی امداد کی ترسیل اور فراہمی میں کئی طرح کی رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں۔ یہ اس کا فلسطینیوں پر دباؤ بڑھانے کا طریقہ کہا جا رہا ہے تاکہ فلسطینی غزہ سے نکل جائیں، اپنی فلسطینی شناخت بھول جائیں۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کی فوجی فتح یہی ہے کہ لوگ اس کی بات مان لیں۔

اسرائیل خود ان بچوں کی تصاویر کھینچتا ہے جو بھوک سے ہڈیوں کا پنجر بن گئے، افلاس ان کے چہروں پر لکھی ہے، پیاس نے ان کی رگِ جاں میں خشکی پیدا کر دی ہے۔ ان مہینوں میں امریکہ نے ان تصاویر کو تعلقات عامہ کا مسئلہ قرار دے لیا ہے، وہ ان سے انکار بھی کرتا ہے اور انہی تصاویر کا انکار بھی کرتا ہے۔ وہ قحط کو پروپیگنڈہ قرار دیتا ہے۔ وہ حقیقت بیان کرتا ہے تاکہ حقیقت کا استعمال کرے۔ وہ غزہ کے میڈیکل عملے کو مارتا ہے اور پھر دعویٰ کرتا ہے کہ یہاں کمان اینڈ کنٹرول سنٹر تھا، اسے تباہ کیا ہے۔

جب وہ خوراک روکتا ہے تو چار سطحوں پر ایسا کرتا ہے:

1۔ غزہ میں داخل ہونے والی خوراک کے ٹرک روک لیتا ہے۔ چند کو داخل ہونے دیتا ہے۔

2۔ اس نے مسلح گروپ بنا رکھے ہیں جو داخل ہونے والی خوراک کا زیادہ حصہ لوٹ لیتے ہیں۔ پھر انتہائی مہنگے داموں بیچ دیتا ہے۔ اس طرح وہ حماس کو بدنام کرتا ہے اور غزہ میں انتظامیہ کو بھی رسوا کرتا ہے۔

3۔ غزہ کے معاشرے کے اندر توڑ پھوڑ کرتا ہے۔ وہ پولیس کو ہدف بناتا ہے، میونسپل ورکرز کا قتل کرتا ہے، ڈاکٹروں اور صحافیوں کو مارتا ہے، گرفتار کرتا ہے۔

4۔ وہ غزہ خوراک فاؤنڈیشن کو بھی بدنام کرتا ہے۔ ایک طرف وہ دکھاتا ہے کہ غزہ میں خوراک داخل ہو رہی ہے اور ساتھ ہی امداد کے لیے آنے والوں پر بے پناہ اور بے دریغ فائرنگ کرتا ہے۔

غزہ خوراک فاؤنڈیشن نے اسرائیل کی مدد کی ہے کہ وہ غزہ کی آبادی کو جنوب کی سمت دھکیل دے۔ حالیہ مہینوں میں فاؤنڈیشن کے تقسیم خوراک کے مراکز زیادہ تر جنوب میں کھولے گئے ہیں۔ یہ موت کے پھندے ہیں۔ یہ نسل کشی کے اڈے ہیں۔ اب تک ان پر آنے والے فلسطینیوں میں سے 2000 مارے گئے ہیں، بے شمار زخمی کر دیے گئے ہیں۔

غزہ خوراک فاؤنڈیشن کا ایک بنیادی کام افراتفری پھیلانا ہے۔ امریکی پشت پناہی سے چلنے والی فاؤنڈیشن کے چار بنیادی اور کل بارہ تقسیم خوراک کے مراکز ہیں۔ چار بنیادی مراکز میں سے ایک وسطی اور تین جنوبی غزہ میں ہیں۔ یہ آبادی کے مراکز سے بہت دور بنائے گئے تھے تاکہ یہاں آنے کے لیے کئی کلومیٹر دور آنا پڑے۔ ان کی حفاظت پر امریکہ کی پرائیویٹ سیکیورٹی فرمز موجود ہیں۔ یہ مراکز روزانہ نہیں کھلتے۔ بعض اوقات یہ مراکز صرف 20 منٹ کے لیے کھولے جاتے ہیں۔

ان مراکز کے کھلنے کے اوقات کا اعلان صرف فیس بک پر کیا جاتا ہے۔ یہ اعلان بعض اوقات مقررہ وقت سے گھنٹوں پہلے کر دیا جاتا ہے۔ جو لوگ 8 سے بارہ کلومیٹر دور سے آتے ہیں، وہ محروم رہ جاتے ہیں۔ یہ اعلانات محض فیس بک پر ہی رہ جاتے ہیں کیونکہ انٹرنیٹ یا بجلی بند کر دی جاتی ہے۔

خوراک فاؤنڈیشن محفوظ رسائی کے روٹس کا اعلان کرتی ہے۔ یہ لیکن فلسطینیوں کو پہنچنے کے لیے اسرائیلی فوج کے زونز میں سے گزرنا پڑتا ہے یا وہ تباہ حال شہری راستوں سے

گزرتے ہیں۔ ان راستوں پر اب کوئی سنگ میل باقی نہیں رہا ہے۔ ایسی صورت میں دسیوں ہزاروں مقررہ وقت سے بہت پہلے پہنچ جاتے ہیں۔ مراکز کے اردگرد انتظار کرنے لگتے ہیں کہ کب مرکز کھلے گا۔ امداد کے کریٹ مختلف پوائنٹس پر رکھ دیے جاتے ہیں۔ ان کو حاصل کرنے کے لیے ہر فلسطینی کی اپنی چستی اور طاقت کا امتحان ہوتا ہے۔

غزہ خوراک فاؤنڈیشن کی ویب سائٹ کے مطابق اسے کام کرتے ساڑھے تین مہینے ہوئے ہیں۔ 3 ستمبر تک 15 کروڑ 20 لاکھ راشن تقسیم کیے گئے ہیں۔ اگر فوری حساب کہا جائے تو اس راشن کا چوتھائی سے کم غزہ میں درکار ہوتا ہے۔ اس سپلائی میں سے ایک بڑا حصہ کھلی مارکیٹ میں مہنگے داموں فروخت کر دیا جاتا ہے۔ لوگ آٹا بیچتے ہیں تا کہ وہ زیادہ صحت افزاء چیزیں خرید سکیں۔ تاجر اور منافع کمانے والے اپنے مخصوص افراد کو تقسیم کے مراکز پر بھیجتے ہیں۔ وہ زیادہ خوراک لے آتے ہیں اور پھر وہ خوراک انتہائی مہنگے داموں بازار میں لائی جاتی ہے۔

سب سے بڑا مسئلہ ہر طرف پھیلی افراتفری ہے۔ ایسے میں اسرائیلی فوج کی بلا اشتعال فائرنگ سراسیمگی میں اضافہ کر دیتی ہے۔ یو جی سلوشنز کے ایک گارڈ کے مطابق انہیں خوراک کے مراکز کی سیکیورٹی کے لیے لایا گیا ہے۔ کمپنی کبھی نہیں جائزہ لیتی کہ اس کے گارڈ اپنے ہتھیاروں کا استعمال کس طرح کرتے ہیں۔

ایک اور گارڈ نے بتایا کہ ہمیں سیاحتی ویزے پر لایا گیا ہے حالاں کہ ان کے پاس جدید ترین خودکار ھھیار ہیں۔ انہس اختیار دیا گیا ہے کہ وہ غزہ کے رہنے والوں پر استعمال کر سکتے ہیں۔ ان گارڈز کو نہ علم ہے اور نہ ہی بتایا گیا ہے کہ انہیں کب اور کس حال میں ہتھیار استعمال کرنا ہے۔ ان کے شہریوں سے بہت قریبی رابطوں کے باوجود، ہر مرکز پر ان کے لیے صرف ایک مترجم رکھا گیا ہے۔ جب ایک گارڈ نے تجویز دی کہ کسی کو لاؤڈ اسپیکر پر اعلانات کرنے کا کام دیا جائے تو یہ تجویز یہ کہہ کر رد کر دی گئی کہ اخراجات بہت بڑھ جائیں گے۔

امداد لینے والوں کے بیانات ویڈیوز پر موجود ہیں، وہ زبانی طور پر بھی تصدیق کرتے ہیں۔ غزہ فاؤنڈیشن کے سابقہ ملازمین کے بھی بیانات موجود ہیں۔ اسرائیلی فوج کا کردار کلیدی ہے۔ جب ڈاکٹروں سے زخمی ہونے والوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا ہے تو سب ایک ہی کہانی بیان کرتے ہیں۔ وہ کہانی یہ ہے گن فائر مسلسل جاری رہتا ہے جو لوگوں کو امداد کے مراکز تک رسائی سے روکتا ہے، وہ مقررہ وقت پر مرکز پر پہنچ ہی نہیں پاتے اور کئی راستے میں یا خوراک لے بھی لیں تو واپسی پر مارے جاتے ہیں۔

ان مراکز پر اور اس کے راستوں پر اسرائیل نے سنائپرز بٹھا رکھے ہیں۔ ڈرونز سے الگ حملہ ہوتا ہے، ٹینک بمباری اور توپ خانہ گولہ باری کرتا ہے، نیوی فائرنگ کرتی ہے اور مرچیں بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ امداد کے لیے آنے والے ہجوموں میں الجھ کے رہ جاتے ہیں۔ آنسو گیس کے دھویں اور زہریلی بو مل کر بہت سے افراد کے لیے سانس لینا بہت مشکل بنا دیتے ہیں۔ جب ایسے میں براہ راست فائرنگ ہوتی ہے تو امداد کے لیے آنے والا مرکز سے اور زندگی سے بہت دور نکل چکا ہوتا ہے۔

مارک برانر ایک امریکی ڈاکٹر ہیں۔ وہ خان یونس کے ناصر ہسپتال میں کام کرتے رہے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ گولیوں کے زخم ایک پیٹرن سے لگے ہوتے ہیں۔ یہ زخم سر، گردن اور سینے میں ہی آتے ہیں۔

نک مپے نارڈ ایک اور ڈاکٹر ہیں۔ ان کا تعلق برطانیہ سے ہے۔ وہ کنسلٹنٹ سرجن ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ درجنوں زخمیوں کو ایک ہی طریقے سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ان میں سے زیادہ تر زندہ نہیں رہ پاتے اور موت انہیں آن لیتی ہے۔ جس رفتار سے خوراک کے پیکٹ تقسیم ہوتے ہیں، اسی رفتار سے لوگ زخمی ہو کر آتے ہیں۔

غزہ فاؤنڈیشن کے ایک ملازم کا کہنا ہے کہ اسرائیل خوراک کے مراکز سے خفیہ رپورٹیں بھی تیار کراتا ہے۔ چہرے کی شناخت کے کیمرے لگے ہوتے ہیں۔ ایک کنٹرول روم بننے والی ویڈیوز کی سٹریم سے مناظر الگ کرتا ہے۔ کریم شالوم کراسنگ پر بھی آلات کام کرتے ہیں۔ ان میں اسرائیلی فوج کا سٹاف کام کرتا رہتا ہے۔

اگر کسی کیمرہ پر کوئی ایسا فرد نظر آتا ہے جسے پکڑنا ہو تو ایک کمپیوٹر سکرین پر اس کی تصویر، نام اور دیگر تفاصیل ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اسے مطلوب افراد کی فہرست میں شامل کر کے فوج کو اس کی گرفتاری کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ یہ تفاصیل چھ مختلف اداروں کے سامنے آ جاتی ہیں۔

غزہ خوراک فاؤنڈیشن ایک نظام کی سامنے آنے والی تصویر ہے۔ اس کی ٹیم جان مور جونیئر کی قیادت میں کام کرتی ہے۔ یہ ایک مسیحی پادری ہے، وہ ڈونلڈ ٹرمپ کے خاص سٹاف کا حصہ ہے۔ اس کا براہ راست رابطہ بنجمن نیتن یاہو سے ہے۔ وہ جان ایکرے سے بھی رابطے میں رہتا ہے۔ یہ یو ایس ایڈ کا آفیشل ہے۔ فل رائلے سی آئی اے کا سابقہ ملازم ہے۔ وہ ملیشیاز کو تربیت دیتا ہے۔ ان کا تعلق سیکیورٹی ریسرچ سلوشنز (SRS) سے ہے۔

ایک اور ادارہ یو جی سلوشنز ہے۔ اس کے اندر کام کرنے والوں کے نام ظاہر نہیں کیے گئے۔ ایک صحافی جیک پاؤلسن نے ان کا کسی حد تک کھوج لگایا ہے۔ اس کا نگران امریکی سپیشل فورسز کا تجربہ کار جیمسن گوونی ہے۔ غزہ میں اس کے 34 گارڈز موجود ہیں۔

ان سب آرگنائزیشنز کو امداد تقسیم کرنے کا کوئی بھی تجربہ نہیں ہے۔ یہ سب سیکیورٹی کے ادارے ہیں۔ ان کی تنخواہ 3180 ڈالر سے 1700 ڈالر یومیہ ہیں۔ اسی کے پیرا میڈیکل سٹاف میں سے ہر ایک کو 2500 ڈالر یومیہ ملتے ہیں۔

ان کو فنڈز کہاں سے مل رہے ہیں، اس بارے میں کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں۔ اگست میں یو جی سلوشنز کے یومیہ اخراجات 20 لاکھ ڈالر بتائے جا رہے ہیں۔

غزہ فاؤنڈیشن کا اصرار ہے کہ اسرائیل یہ فنڈز نہیں دیتا۔ اسرائیل کی وزارت خزانہ اور وزیر اعظم آفس کے دعوے بھی یہی ہیں۔ اسرائیل نے تاہم فاؤنڈیشن کے لیے 21 کروڑ ڈالر منظور کر رکھے ہیں۔ حالیہ رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ نے حال ہی میں اس کے لیے 47 کروڑ 80 لاکھ ڈالر مختص کیے ہیں۔ ان کے علاوہ مزید 50 کروڑ ڈالر اور 3 کروڑ ڈالر دیے جا رہے ہیں۔

فاؤنڈیشن کا کہنا ہے کہ وہ غزہ میں خوراک تقسیم کرنے کا محفوظ اور بہترین ادارہ ہے۔ وہ بین الاقوامی برادری سے اپیل کرتی رہتی ہے کہ اسے فنڈز دیے جائیں، اس کے کام کی تعریف کی جائے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس وقت اسے فنڈز فراہم کرنے کے ادارے غیر مؤثر ہو چکے ہیں۔ اسرائیل اس کے کاموں میں رکاوٹیں پیدا کرتا رہتا ہے۔

امریکہ اور اسرائیل کا اصرار ہے کہ فاؤنڈیشن ایک قابل عمل متبادل نظام کے طور پر کام کر رہا ہے۔ یہ تنازعات کے زونز میں ایک ماڈل کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ انٹرنیشنل امدادی ایجنسیاں اس نظام پر تنقید کر رہی ہیں۔ وہ اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ان پر امریکہ اور اسرائیل کا دباؤ بڑھتا جا رہا ہے کہ اس سے تعاون کیا جائے۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بین الاقوامی برادری سے لے کر بنکوں تک سب غزہ کو خوراک فراہم کرنا چاہتے ہیں لیکن غزہ میں جاری نسلی صفائی کرنے والے تعاون کرنے پر تیار نہیں ہیں۔

خصوصی رپورٹ: محمد ولی بلال

اسرائیل کے جملہ سیاست دانوں کا یرغمالی، یرغمالی کھیل

گزشتہ مہینے حماس نے واضح کیا تھا کہ وہ جنگ بندی اور یرغمالیوں کی رہائی کے لیے ڈیل کرسکتی ہے۔ یہ ڈیل اسی طرز پر ہوسکتی تھی جس کی اسرائیل نے بھی اس سے پہلے منظوری دی تھی۔ اس وقت بنیامین نیتن یاہو کی حکومت نے اس پیش کش کو کسی قابل نہیں سمجھا تھا اور نہ ہی اسے کابینہ کے سامنے غور وخوض کے لیے رکھا تھا۔ نیتن یاہو نے کہا تھا کہ ایسی کوئی ڈیل ایجنڈے پر نہیں ہے۔

نیتن یاہو عوام میں کہتے ہیں کہ میں کسی جزوی ڈیل کی حمایت نہیں کروں گا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ حماس سے مکمل اور جامع معاہدہ کرنا چاہتے ہیں جو سارے یرغمالیوں کو رہا کراسکے اور ساتھ ہی حماس ہتھیار پھینک دے اور خود کو ان کی حکومت کے حوالے کردے۔

یاہو نے اپنے اس مؤقف کو اس وقت بھی دہرایا جب وہ یرغمالی گائے گلیووا اور ایلون اویل کے خاندانوں سے ملاقات کررہے تھے۔ یہ دونوں یرغمالی ایک ویڈیو میں سامنے آئے تھے جسے حماس نے جاری کیا تھا اور اسرائیل کے چینل 12 نے ریلیز کیا تھا۔ 25 منٹ کی بات چیت میں نیتن یاہو کو بتایا گیا کہ ایلون وہ نہیں جو ویڈیو میں نظر آیا۔ وہ اب صرف زندہ ہے۔ اسرائیل کی مسلط کردہ بھوک کے آثار اس پر بھی تھے۔ ان ورثاء نے درخواست کی کہ ان یرغمالیوں کی رہائی کے لیے جو بھی بن پڑے، کیا جائے۔

ایلون کا خاندان بہت مدت سے کہہ رہا تھا کہ اس کے لیے کچھ کیا جائے ورنہ اس کی نگہ ختم ہوتی جائے گی۔ اس میں گولی کا ایک خول اس کی بائیں آنکھ سے ٹکرایا تھا۔ اس کی ویڈیو دیکھنے والے طبی ماہرین کا خیال تھا کہ اس کی بائیں آنکھ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ انہوں نے کہا:

''ہم ایلون کی ویڈیو دیکھ کر شاک میں آگئے تھے۔ آنکھوں کے ماہرین سے رابطے سے معلوم ہوا کہ وہ بائیں آنکھ کی بینائی سے مکمل محروم ہو چکا تھا۔ وہ بار بار آنکھ جھپکا رہا تھا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اس کی آنکھ کا زخم اس کی بینائی لے گیا تھا۔ اس کے اہل خانہ نے نیتن یاہو سے کہا کہ دنیا کا کوئی قانون کسی زخمی کو قید رکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔

نیتن یاہو نے کہا کہ اس کی ذمہ داری اسے یرغمال بنائے رکھنے والوں پر ہے کہ وہ اس کی صحت کا ہر طرح سے خیال رکھیں۔ ان کو یہ نہیں بتایا گیا کہ ہر جگہ دل یا آنکھ کے ڈاکٹروں کو لانا لے جانا کس قدر خطرے کا معاملہ بن جاتا ہے۔

اویل کی ویڈیو اس وقت کی تھی جب وہ یرغمالی گلیووا دلال ریم کے علاقے سے پکڑا گیا جہاں وہ میوزک فیسٹیول میں گیا تھا۔ یہ 7 اکتوبر 2013ء کا واقعہ بتایا گیا ہے۔ چینل 13 کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ فوج کو یقین ہے کہ یہ ویڈیو 28 اگست 2025ء کی ہے۔ اسے شطی پناہ گزین کیمپ میں فلمایا گیا جو غزہ سٹی کا علاقہ ہے۔

نیٹ ورک کے مطابق فوج نے اعتراف کیا کہ اس کے پاس انٹیلی جنس معلومات کی کمی ہے اور ویڈیو کی لوکیشن کی بات درست نہیں ہے۔ فوج کا خیال ہے کہ حماس یرغمالیوں کو ایک جگہ نہیں رکھتی اور انہیں ایک سے دوسری اور پھر تیسری جگہ منتقل کرتی رہتی ہے۔ اسرائیل دعویٰ کرتا ہے کہ یرغمالی ہلاک کردیے جاتے ہیں۔ کسی ذریعے نے اس دعویٰ کی تصدیق نہیں کی۔

یوم سبت کی تقریبات سے خطاب میں میران لیوی کا کہنا ہے کہ ان دنوں میں یرغمالی خاندانوں کو حکومت فون کال کرتی رہتی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ زیادہ تفصیلات کو بیان نہیں کرسکتے اور وہ مزید خاندانوں کو افسردہ بھی کرنا نہیں چاہتے لیکن میں یہ بات پورے یقین اور علم سے کہہ سکتا ہوں کہ اسرائیلی حکومت یرغمالیوں کے قتل کی راہیں ہموار کررہی ہے۔

طیشے میران لیوی اوری میران کی اہلیہ ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ کوئی خیال نہیں ہے اور اس پر پریشان ہونا بھی درست نہیں ہے۔ یہ تو ایک بروقت الرٹ ہے جو اعلیٰ حکام کی طرف سے جاری کیا گیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ آنے والے دنوں میں عوام کو ان ذرائع تک اور بھی رسائی مل سکے گی۔ پھر یہ معاملہ خفیہ نہیں رکھا جاسکے گا اور نہ ہی کوئی سنسر ہی حکومت کے کام آئے گا۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیلی حکومت نے بدلے کی جنگ چھیڑ رکھی ہے، وہ شہریوں

سے لڑ رہی ہے، وہ یرغمالی خاندانوں سے بھی حالت جنگ میں ہے۔

نیتن یاہو نے گزشتہ سال کے آخر میں یرغمالیوں کے بارے میں ایک جامع ڈیل مسترد کردی تھی۔ کان پبلک براڈ کاسٹر نے رپورٹ کیا تھا کہ مئی 2024ء کے آخری دنوں اور بعد کے مہینوں میں رفاہ پر حملہ کیا گیا تھا۔ اس وقت قابض افواج کے چیف ہرذی ہلیوی نے وزیراعظم کو قائل کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ ڈیل کرلیں اور سارے یرغمالی رہا کرالیں۔ اس وقت اسرائیل کے سارے سیاست دان یرغمالیوں پر ایک دوسرے کو بلیک میل کر کے یرغمالی، یرغمالی کھیل رہے ہیں۔ فوج کا خیال تھا کہ ایک مرتبہ یرغمالیوں کا مسئلہ حل کرلیا جائے تو غزہ پر حملہ اور قبضہ دونوں آسان ہو جائیں گے۔ جب ہلیوی نے یہ تجویز جنگی کابینہ کے سامنے رکھی۔ نیتن یاہو نے اسے فوراً ہی مسترد کردیا تھا اور کہا تھا کہ یہ اسرائیل کی شکست سمجھی جائے گی۔ تب ہلیوی نے مغربی دیوار یعنی دیوار گریہ کا دورہ کیا تھا۔ یہ دورہ 5 مارچ 2024ء میں ہوا۔

نیتن یاہو کی طرف سے تجویز مسترد کیے جانے کا عمل حتمی تھا۔ یہ عمل اسرائیل کی یرغمالی سیز فائر پالیسی کے بھی خلاف تھا۔ اس وقت ٹائمز آف اسرائیل کے مطابق غزہ میں 48 یرغمالی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں سے 47 کو 7 اکتوبر 2023ء کو یرغمال بنایا گیا تھا۔ ان میں سے 26 افراد قابض فوج کی بمباری میں ہلاک ہو چکے ہیں، بیس زندہ ہیں۔ ان کے علاوہ دو اور یرغمالی ہیں جن کی صحت کے بارے میں شدید خدشات لاحق ہیں۔

اسرائیل میں اب ہر ہفتے یرغمالیوں کے لیے مظاہروں میں وزیراعظم نیتن یاہو سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ان کے لیے حماس سے ڈیل کی جائے۔ 20 ستمبر 2025ء کو مظاہرین اور یرغمالیوں کے خاندانوں نے پورے اسرائیل میں احتجاج کیا۔ اس میں مطالبہ کیا گیا کہ غزہ میں جنگ فوراً بند کی جائے کیوں کہ اس میں یرغمالیوں کے مارے جانے کے خطرات بہت بڑھ گئے ہیں۔

یہودیوں کی تعطیلات ہونے والی ہیں۔ یرغمالیوں کے ورثاء نے نیتن یاہو سے مطالبہ کیا ہے کہ ان کے پیاروں کو فی الفور رہا کرایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ وزیراعظم ان یرغمالیوں کی رہائی میں مسلسل ناکام چلے آرہے ہیں۔ ان کے لیے ہزاروں کی تعداد نے مظاہرے کیے ہیں۔

تل ابیب میں ایک مقام کو ہاسٹیج سکوائر کا نام دیا گیا ہے۔ جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں اور وزیراعظم سے کہتے ہیں کہ 48 یرغمالیوں کو زندہ یا مردہ جیسے بھی ہیں، واپس لایا جائے۔ ان کو یرغمال بنے دو سال کا عرصہ بیت گیا ہے۔ اب کہا جارہا ہے کہ ان کے بارے میں تازہ ترین معلومات فراہم کرنے کے لیے وزیراعظم کو چاہیے کہ وہ یرغمالیوں کے خاندانوں سے ملاقات کریں۔

ایک یرغمالی فوجی تعمیر نمرودی کے والد میلون نمرودی نے وزیراعظم کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے خطاب میں کہا کہ بی بی نیتن ! یاہو کہ اب وقت ہے کہ ہمارے دلوں کو گرمائش پہنچاؤ اور ہمارے پیاروں کو واپس لاؤ۔ یاد رہے کہ ''بی بی'' نیتن یاہو کا نک نیم ہے۔

نمرودی نے خطاب میں کہا کہ اب چھٹیاں ہیں، تم مزید چھٹیاں بھی دے دو، کوئی فرق نہیں پڑے گا، کوئی بھی خوشی نہیں منائے گا۔ ہم ان سے کیسے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ مجھے بتایا جائے کہ میرے بیٹے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، کیا ہونے والا ہے۔

نمرودی نے مزید کہا کہ نیا یہودی سال شروع ہو رہا ہے لیکن کیا وزیراعظم کو یہودی اقدار کا کچھ علم بھی ہے؟ اب یہ خطرناک اور بے نتیجہ جنگ ختم ہونی چاہیے۔ اب ہمارے بیٹوں اور بیٹیوں کو واپس لانے کا وقت ہے۔ نمرودی نے نیتن یاہو سے کہا کہ ''یوم کپور'' آرہا ہے۔ اب تمہارے گناہوں، تمہاری جنگی فطرت اور غیر ذمہ دار حکومت سے حساب لینے کا وقت آگیا ہے۔

نمرودی کے بیٹے کی سلامتی کے بارے میں اسرائیلی فوج کے افسران شدید تشویش ظاہر کر چکے ہیں۔ یرغمالیوں کے خاندان 20 زندہ یرغمالیوں کو رہا کرانے کے لیے زیادہ شدت سے مطالبات کرتے آرہے ہیں۔ ان کے بارے میں نمرودی نے اپنی تقریر میں کہا کہ 22 یرغمالی ابھی بھی زندہ ہیں۔ ان کی فہرست حماس سے مزاکرات کرنے والوں کو دی گئی تھی۔

اس مرتبہ یرغمالیوں کے سکوائر پر فوج کے ریزرو فوجی نے بھی خطاب کیا اور جنگ کے خاتمے کا مطالبہ کیا۔ اس فوجی شہار وردن نے حکومت سے کہا کہ فوج نے متاثر کن کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اب اسے جنگ بندی اور یرغمالیوں کی رہائی کے لیے بھی ایسی ہی کارکردگی دکھانا ہوگی۔ دیگر ریزرو فوجیوں کی طرح اس نے بھی فوجیوں سے یہ مطالبہ کرنے سے خود کو بمشکل روکا کہ وہ جنگ جاری رکھنے سے انکار کردیں۔

ایک یرغمالی ''یاتم کوہن'' کے بھائی نمرود کوہن نے کہا کہ حکومت یرغمالیوں کے ڈیتھ وارنٹ پر دستخط کرنے کے جرم کی مرتکب ہو رہی ہے۔ یہی معاملہ فوجیوں کا ہے۔ یاتم کوہن نے نیتن یاہو کے حالیہ بیان پر کڑی تنقید کی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں ایسی معیشت تیار کرنا چاہیے جو اسلحہ سازی کی ساری ضروریات ملک کے اندر ہی تیار کرے تاکہ پابندیوں کی دھمکی کا مقابلہ کیا جا سکے۔ یاتم نے کہا کہ دراصل وہ ڈیتھ دینے کا اعلان کر رہے ہیں۔

یاتم نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ اسرائیل ایک مرتبہ اعلان کرے کہ وہ یرغمالیوں کے مسئلے پر ڈیل چاہتا ہے تو ایسی ڈیل کرنے میں وقت نہیں لگے گا۔ اب اس کا کیا کیجیے کہ افواہیں گردش میں ہیں کہ حماس نے دوبدو جنگ میں 20 مزید فوجی یرغمال بنا لیے ہیں۔

تجزیہ: مرزا محمد الیاس

اسرائیل کا Iron Wall Offensive

مغربی کنارے کو دو حصوں میں توڑنے کا منصوبہ

اسرائیل نے مقبوضہ مغربی کنارے کو دو ایسے حصوں میں تقسیم کرنے کا پلان شروع کیا ہے جس کا ایک مقصد مستقبل میں کسی بھی اعتبار سے فلسطینی ریاست کے تصور ہی کو نا کام بنانا ہے۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ مستقبل میں ایک نیا غزہ ٹھہرا کر اسے بھی اسی طرح تورا بورا کر دیا جائے جس طرح امریکہ نے بعض پہاڑوں کو ڈیزی کٹر بموں سے تورا بورا کر دیا تھا۔ تیسرا مقصد ان علاقوں میں یہودی نو آبادیات کی صورت میں نئی یہودی بستیاں بنا دی جائیں۔

اسرائیل کے متنازعہ اور انتہا پسند وزیر خزانہ بزازیل سموٹریک نے 14 اگست کو اس سال ایک منصوبے کا اعلان کیا تھا۔ اب وہ اس بارے میں مختلف حوالوں سے منعقد ہونے والے پروگراموں اور تقریبات میں خطاب کرتے ہیں۔ اور خود ہی اس منصوبے پر مبارک بادیں دیتے اور وصول کرتے ہیں۔

ایک پروگرام میں انہوں نے حال ہی میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ مزاکرات کی میز سے کسی بھی فلسطینی ریاست کو ہمیشہ کے لیے مٹا دیا گیا ہے اور یہ کام نعروں سے نہیں بل کہ عملی اقدامات سے کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ سموٹریک خود بھی آباد کار صہیونی یا نو آبادیاتی صہیونی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب بھی نئی یہودی بستی بنتی ہے، کوئی محلہ یا گلی بنائی جاتی ہے، کوئی نیا ہاؤسنگ یونٹ قائم کیا جاتا ہے، یہ فلسطینی ریاست کے تابوت میں ایک اور کیبل ٹھونکا جاتا ہے۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مغربی کنارے کو اوسلو معاہدوں کے ذریعے مختلف ایریاز میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ مغربی کنارے کا کل رقبہ 2180 میل یا 5,640 مربع کلو میٹر سے زیادہ ہے۔ یہاں تیس لاکھ یا اس سے کم و بیش فلسطینی آباد ہیں۔ یہ دریائے اردن کا غربی حصہ یا غرب اردن بھی کہلاتا ہے۔ یہ بنیادی طور پر لیوانت کے نام سے جانا جانے والا خطہ ہے۔ فلسطینی یہاں کے آبائی طور پر رہنے والے شہری ہیں۔ 1967ء میں اسرائیل نے ان علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس لیے یہ مقبوضہ عرب علاقے کہلاتے ہیں۔

اگر عمومی طور پر سمجھنا ہو تو مغربی کنارے کے ایریاز کو یوں دیکھا جا سکتا ہے:

ایریا A	طولکرم ڈسٹرکٹ	ایریا B	نابلوس ڈسٹرکٹ
ایریا C	سلفیت ڈسٹرکٹ	ایریا D	جریکو ڈسٹرکٹ
ایریا E	قلقیلیہ ڈسٹرکٹ	ایریا F	جنین ڈسٹرکٹ
ایریا G	الخلیل ڈسٹرکٹ	ایریا H	رام اللہ ڈسٹرکٹ
ایریا I	بیت لحم ڈسٹرکٹ		

ان ڈسٹرکٹس پر مشتمل ایریاز کو مزید تقسیم کیا گیا ہے جس طرح E1 یا E2 وغیرہ۔ اگر E

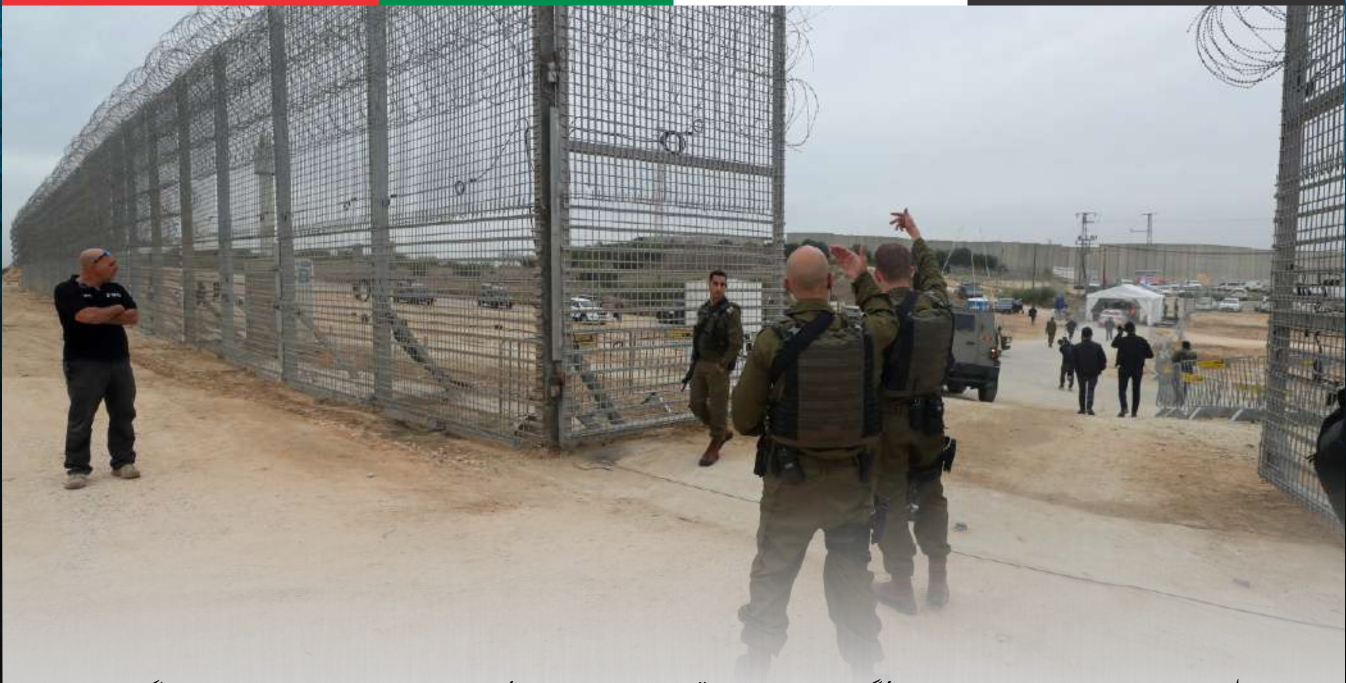

ایریا کو ہی لیں تو یہاں یہودی بستیاں E1 میں اس طرح بنائی گئی ہیں کہ وہ مقبوضہ مشرقی بیت المقدس کے پشت تک چلی گئی ہیں۔ ان کے لیے گزشتہ بیس سال سے کام جاری ہے۔ ایک موقع پر امریکہ کے دباؤ پر یہاں تعمیر و توسیع اور مرمت کا کام کچھ عرصے کے لیے روک دیا گیا تھا۔ یہاں ہر طرح کی آبادکاری اور بستیوں کا کام بین الاقوامی قانون کی رو سے غیر قانونی اور ناجائز ہے۔

اب کہا جا رہا ہے کہ آئندہ چند مہینوں میں یہاں یعنی E1 میں بنیادی ڈھانچے کی تعمیر کا کام شروع کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد فوراً نئے گھروں کی تعمیر شروع کر دی جائے گی۔ منصوبے کے مطابق یہاں 3500 اپارٹمنٹس بنائے جانے کا منصوبہ ہے۔ جہاں یہ گھر بنائے جائیں گے، یہ پہلے سے تعمیر شدہ یہودی بستی Maale Adumim میں توسیعی منصوبے کا حصہ ہوں گے۔

E1 کا محل وقوع اس اعتبار سے اہم ہے کہ یہ واحد جغرافیائی رابطہ ہوگا جو مغربی کنارے کے بڑے شہروں شمال میں رام اللہ اور جنوب میں بیت لحم کو جوڑے گا۔ یہ وسیع فلسطینی آبادیوں کے علاقے ہیں۔

Maale Adumim کے میئر گائے یفراچ اس منصوبے کے بارے میں کہا کہ مجھے اس کا اعلان کر کے خوشی ہو رہی ہے کہ سول ایڈمنسٹریشن نے اس کی تعمیر کی منظوری دے دی ہے۔

یہ بات بہت اہم ہے کہ رام اللہ اور بیت لحم کا درمیانی فاصلہ 22 کلومیٹر ہے۔ یہ ایک وسیع علاقہ ہے۔ ان دونوں شہروں کے درمیان سفر کرنے والے کسی بھی فلسطینی کو نہایت مشکل پیش آئے گی۔ اسے درمیان میں آنے والی متعدد اسرائیلی چیک پوسٹوں سے گزرنا ہوگا۔ ہر مقام پر پرمٹ دکھانا ہوگا، سفر کی وجوہات بیان کرنا ہوں گی۔ آزاد فلسطینی ریاست کا خواب دیکھنے والوں کو امید تھی کہ وہ بیت لحم سے رام اللہ تک آسانی سے سفر کر سکیں گے۔ اب یہ خواب محض ایک خواب ہی رہے گا۔

Peace Now تنظیم کا کہنا ہے کہ E1 بنانے کا واحد مقصد فلسطینی ریاست کے خواب کو ہی ختم کرنا ہے۔ اس تنظیم کا کہنا ہے کہ دنیا بھر میں موجود ہمارے دوستوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ اس کے باوجود پر امید ہیں کہ دو ریاستی حل کی کوششوں کو سبوتاژ کرنے کے ایسے اقدامات کامیاب نہیں ہوں گے۔

اقوام متحدہ نے اسرائیل سے کہا ہے کہ E1 کا منصوبہ اور اسی طرح دیگر ایریاز میں ہر منصوبے سے بین الاقوامی قانون پامال کرنے کا سلسلہ روکا جائے۔ اس بات کا خدشہ اب خطرہ بن رہا ہے کہ 22 کلومیٹر کے وسیع رقبے پر نئی یہودی بستی یا بستیاں تعمیر کی جائیں گی۔

ایک سابق اسرائیلی فوجی کے قائم کردہ رائٹس گروپ کا کہنا ہے کہ سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اس بارے میں موجود خاموشی کو توڑا جائے۔ یہ دراصل علاقوں کی زمین ہتھیانے کے منصوبے ہیں۔ یہ فلسطینی سرزمین کو تنگ کرتے اور یہودی بستیاں وسیع کرتے جا رہے ہیں۔

پہلے ان شہروں میں 2 لاکھ 50 ہزار یہودی باہر سے لا کر بسائے گئے تھے۔ اب ان کی تعداد 7 لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ نیتن یاہو نے بار بار کہا ہے کہ اب کسی فلسطینی ریاست کا وجود ممکن نہیں ہے۔ اس لیے جو ممالک دو ریاستی نا ہونے کی بات کر رہے ہیں وہ اس کو بھول جائیں۔

مغربی کنارے میں نئے منصوبوں کے لیے اسرائیل تشدد کا استعمال کر رہا ہے۔ تشدد کے اس ہتھکنڈے کو Iron Wall Offensive کا نام دیا گیا ہے۔ اس کا بڑا ہدف شمال اور جنوب کو مغربی کنارے میں الگ تھلگ کرنا ہے۔ فلسطینی شہروں میں تشدد کی نئی لہر دوڑا دی گئی ہے۔ پناہ گزین کیمپوں میں بھی چھاپے، جگہ جگہ گرفتاریاں، سرعام مار پیٹ اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا گیا ہے۔ اسرائیل دنیا کا واحد علاقہ ہے جہاں یہ سب بہت کھلے عام ہو رہا ہے اور قابض فوج ان واقعات میں خود ملوث ہے۔

جب سے اسرائیل کی پارلیمنٹ کنیسٹ نے مغربی کنارے کو ضم کرنے کی قرارداد منظور کی ہے تاکہ وہ یہاں یہودی بستیوں کے ناجائز قیام اور تعمیر و توسیع میں تیزی لا سکے، تشدد اور دہشت گردی میں بھی اس سے کہیں زیادہ اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔

اگر اس سال میں غور کیا جائے تو فروری تا اپریل غزہ پر قبضے کے دعوؤں کی تین بار ناکامی کا ملبہ مغربی کنارے پر بھی ڈال کر جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کیا گیا۔

رام اللہ کے علاقے ترموحیہ میں سکول کے بچوں پر اسرائیلی فوج نے اس وقت بلاجواز فائر کھول دیا جب وہ گھر واپس آ رہے تھے۔ اس فائرنگ کی زد میں آ کر 14 سالہ فلسطینی امریکی شہری عمر سعدے ہلاک ہو گئے۔ اس سے اگلے دن فوج نے پھر فائرنگ

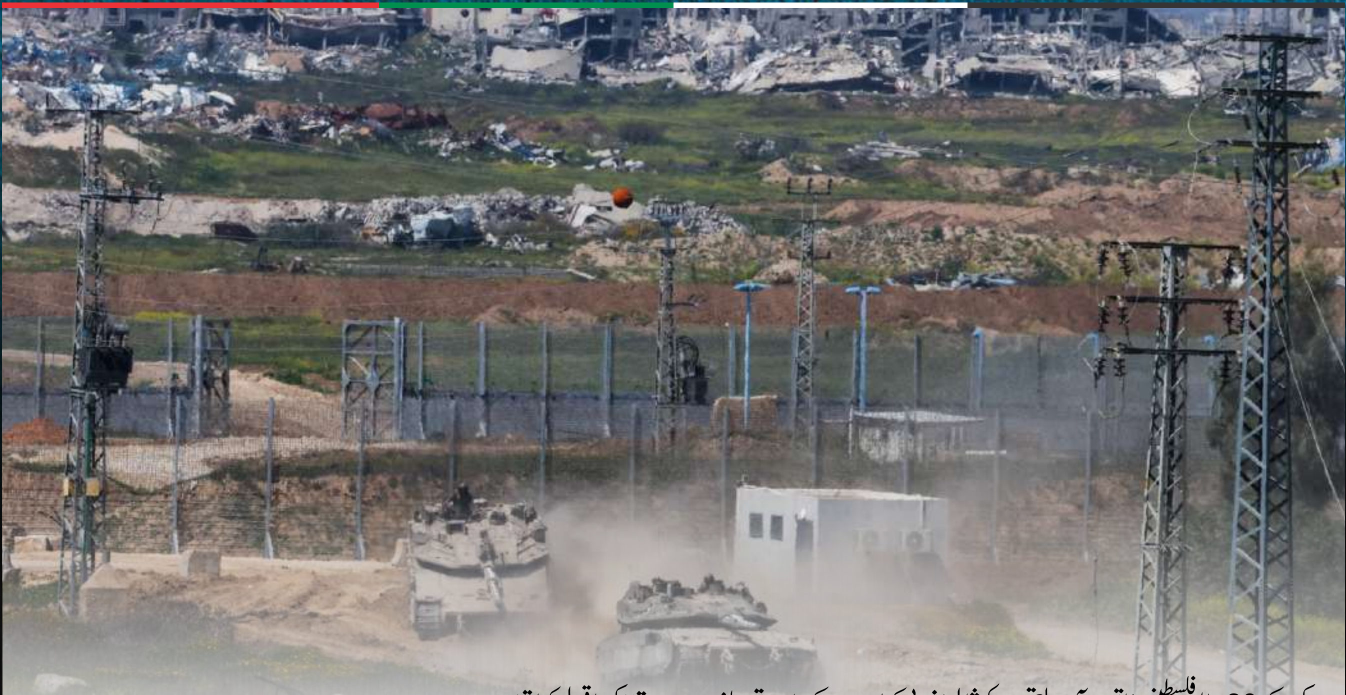

کر کے 30 سالہ فلسطینی خاتون آمینہ یعقوب کو شمالی مغربی کنارے کے علاقے سلفیٹ میں ہلاک کر دیا۔

اس سال اپریل تک 2023 کے بعد سے مغربی کنارے کے مختلف علاقوں میں فائرنگ سے 800 فلسطینی شہید کیے جا چکے ہیں۔ ان تمام شہادتوں میں قابض فوج نے قوت کا بے دریغ استعمال کیا اور اس سرگرمی کو زیادہ تر مشغلے کے طور پر اختیار کیا۔

اپریل 2025ء کے آغاز میں 33 سالہ نوجوان حمزہ خماش کو گولی مار دی گئی۔ اس کے بھائی کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ واقعہ نابلوس میں پیش آیا۔ اسی دن قابض فوج نے Dheishah پناہ گزین کیمپ پر حملہ کیا۔ یہ کیمپ جنوبی بیت لحم میں واقع ہے۔ اس حملے میں 15 سالہ فلسطینی لڑکے اور 46 اور 50 سال کے دو مردوں کو فائرنگ سے شدید زخمی کر دیا گیا۔ اس کیمپ پر حملہ سات گھنٹے جاری رہا۔ اس حملے میں گھر گھر تلاشی، بچوں کا ہراساں کیا جانا، گھریلو سامان کی توڑ پھوڑ اور خواتین کی بے حرمتی اور متعدد گرفتاریاں بھی کی گئیں۔ اس کیمپ پر پمفلٹ بھی گرائے گئے جن میں دھمکی دی گئی کہ تم لوگوں کا بھی وہی حال کیا جائے گا جس کا سامنا طولکرم اور جنین کے فلسطینیوں کو کرنا پڑا۔ اس لیے اپنے کیمپ میں کسی طرح کی عسکری سرگرمی ہو رہی ہے تو اس سے باز آ جاؤ۔ پمفلٹ میں مغربی کیمپ کے ایک محلے کی تصویر بھی تھی جس میں ہزاروں فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے نکال کر ان کی سڑکوں پر پریڈ کرائی گئی تھی۔

جنین میں قابض فوج نے آبادی کو گھروں سے نکالا۔ اس کی فضائیہ نے ان گھروں کو نشانے پر رکھ لیا۔ کیمپ اور اس کے اردگرد سے نوجوانوں کو مشکوک قرار دے کر گرفتار کر لیا۔ ان سے ان کے سیل فون چھین لیے گئے۔ فوجی آپریشن اس وقت شروع ہوا جب سال کے شروع میں سیز فائر معاہدے پر دستخط ہو چکے تھے۔ اسرائیل نے خود ہی اس معاہدے کو توڑا۔ اس کے بعد "آپریشن آئرن وال" شروع کر دیا گیا۔ پہلے جنین میں اس کو شروع کیا گیا اور پھر دوسرے علاقوں تک پھیلا دیا گیا۔

یہ آپریشن مغربی کنارے کو اسرائیل میں ضم کرنے کی طے شدہ کارروائی کا آغاز تھا۔ اس کا اعلان قابض وزیر خزانہ بزازیل سموٹریک بار بار کر چکے تھے۔ یرغمال اسرائیلیوں کے خاندانوں نے اس بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ دراصل بنیامین نیتن یاہو کی طرف سے بزازیل سموٹریک کے لیے ایک رشوت تھی جس کے بدلے میں بزازیل نے سیز فائر پر دستخط کرنا قبول کیا تھا۔

بزازیل سموٹریک کا یہ ایجنڈا ہے کہ وہ فلسطینی پناہ گزین کیمپوں اور وہاں کے باسیوں کو ہر حال میں اور ہر طرح سے کرش کرنا چاہتا ہے۔ اسرائیلی کابینہ کے ہر رکن کی ذہنیت یہی ہے۔ ان میں سے ہر ایک مجرمانہ کردار اور ذہنیت کا حامل ہے۔ یہ سب مغربی کنارے کو اسرائیل میں ضم کرنا چاہتے ہیں۔ مغربی کنارے میں ہونے والے تمام فوجی آپریشن غزہ میں ہونے والے حملوں کی بازگشت ہیں۔ غزہ میں اسرائیل نے زمینی حملے میں رفاہ کو بھی شامل کر لیا ہے۔ اسے غزہ پر قبضہ کرنے کی کوئی جلدی بھی نہیں ہے۔ مغربی کنارے میں اس کے غیر قانونی اقدامات اس لیے زیادہ الارمنگ ہیں کیونکہ ان کی آڑ لے کر یہودی بستیاں آباد کی جا رہی ہیں۔

اسی سال 30 مارچ کو اسرائیل کی کابینہ نے ایک پلان کی منظوری دی تھی۔ پلان یہ تھا کہ تبدیل اور ضم شدہ مغربی کنارے میں سڑکوں کا جال کس طرح بچھایا جائے گا، فلسطینی زمینیں کس طرح ختم کی جائیں گی، ان کے گھر کس طرح مسمار کیے جائیں گے اور یہ سڑکیں وہیں سے ہی نکالی جائیں گے۔ اس پلان کے تحت ایک سڑک ایسی ہوگی جو یروشلم سے خم کھاتی ہوئی وادیٔ اردن تک جائے گی۔ اس طرح فلسطینی مسافروں کو بیت لحم سے جیریکو جانا ہوگا تو وہ ان علاقوں سے الگ ہو جائیں گے اور یروشلم (بیت المقدس) سے ان کا رابطہ ہی ختم ہو جائے گا۔

موجودہ شاہراہ پر فلسطینیوں کو سفر کی اجازت ہے۔ نئی سڑک پر صرف اسرائیلی سفر کر سکیں گے۔ یہ شاہراہ اسرائیل کی نوآبادیات کو یروشلم یعنی بیت المقدس سے ملائے گی۔ اسے مقبوضہ مشرقی بیت المقدس سے وادیٔ اردن تک پھیلا دیا جائے گا۔ اس منصوبے کی اہم بات یہ ہے کہ یہ دوسرا سب سے بڑا منصوبہ ہے جو اسرائیلی یہودی بستی Maale Adumim تک جائے گا جس میں 400,000 یہودی آباد کیے گئے ہیں۔

اسرائیلی کابینہ کے 30 مارچ کے اجلاس میں ایک اور منصوبے کی بھی منظوری دی گئی جس سے مغربی کنارے کو القدس اور مقبوضہ بیت المقدس کی آبادی سے جدا کر دیا جائے گا۔ جب یہودی بستیوں کو بیت المقدس سے جوڑا جائے گا تو شمال اور جنوب سے مغربی کنارہ الگ کر دیا جائے گا۔ اس طرح مسجد اقصیٰ ان منصوبوں کی تکمیل سے فلسطینیوں کے لیے خواب بنا دی جائے گی۔

عمر حرب: فاقہ کشی اور نسل کشی کے شکار

ممتاز فلسطینی ماہر تعلیم، رائٹر اور شاعر شدید بھوک اور غذائی قلت کی وجہ سے دم توڑ گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اسرائیل کی غزہ پر مسلط کردہ مصنوعی بھوک نے قحط کی صورت اختیار کر کے بہت سی قیمتی جانوں کو ہڈیوں کا پنجر بنا دیا۔ بڑی تعداد ملک راہی عدم سدھار گئی اور ایک قطار ہے جو منتظر اجل ہے۔

عمر حرب ستمبر 2025ء کے بالکل آغاز میں تباہ حال صحت اور کمزور جسمانی حالت کی وجہ سے جانبر نہ ہو سکے۔ ان کے ساتھ ہی اس مصنوعی غذائی بحران کی طاری کردہ بھوک کی وجہ سے ہلاک ہونے والے اہل غزہ کی تعداد 370 ہوگئی ہے۔ ان میں زیادہ تعداد بچوں، عورتوں اور بوڑھے افراد کی ہے۔

ان کی وفات سے تین ہفتے پہلے الجزیرہ ٹی وی نے ان سے انٹرویو کیا تھا۔ ساٹھ سالہ ماہر تعلیم سخت ترین حالات کا سامنا کرتے رہے۔ نسل کشی نے ان کی صحت پر منفی اثرات مرتب کیے۔ ان کے خاندان کے پانچ گھر اسرائیل کی بمباری سے تباہ ہو چکے تھے۔

اکتوبر 2023ء سے پہلے عمر حرب کا وزن 120 کلوگرام تھا۔ جب وہ میڈیا پر آخری بار سامنے آئے، اس سکالر کا وزن صرف 40 کلوگرام رہ گیا تھا۔

عمر حرب کے خاندان کے 26 ارکان، جن میں ان کی اہلیہ، کئی بچے اور پوتے، پوتیاں بھی شہید ہو چکے تھے۔ وہ بڑے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔

عمر حرب کا الجزیرہ پر انٹرویو نشر ہوا تو وہ جسمانی ساخت سے محروم ہوتے جا رہے تھے، ہڈیاں نکل آئیں تھیں۔ اپنے جوبن کا جیالا فرد پہچاننے والوں کو امتحان میں ڈال دیتا تھا۔

انٹرویو میں انہوں نے اس بات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا کہ ان کے بچے کس طرح آہستہ آہستہ ان کی نگاہوں کے سامنے بمباری میں شہید ہوتے گئے۔ ان کے پیارے ان سے بچھڑتے گئے۔

وہ خوراک اور ادویات کے لیے اپیل کرتے رہے۔ وہ کہتے رہے کہ میری نئی وہیل چیئر ٹوٹ گئی ہے۔ اس کی مرمت کرا دیں۔ لیکن انہیں نہ خوراک ملی، نہ ادویات اور ان کی وہیل چیئر آج بھی ٹوٹی پھوٹی ہے۔

حرب نفسیات کے پروفیسر تھے۔ انہوں نے مصر کی بہترین یونیورسٹی جامعۃ الازہر سے گریجویشن کی۔ وہ نفسیات کے اپنے شعبہ میں ماہر تھے۔ وہ علاقائی سیمینارز میں بلائے جاتے اور اپنے مقالے پڑھتے تھے۔

اسرائیل نے غزہ کی 2007ء میں ناکہ بندی شروع کی تھی۔ اس ناکہ بندی نے غزہ اور اس کے رہنے والوں کی زندگیاں اجیرن کر دی تھیں۔ 22 لاکھ آبادی دنیا کی سب سے بڑی جیل بنا دی گئی تھی۔ ان حالات میں مشکلات سے دوچار فلسطینیوں کی مدد اور راہنمائی کے لیے وہ ہر کسی کو ہر وقت تیار ملتے۔ وہ ان کے نفسیاتی مسائل حل کرتے جو ناکہ بندی نے زیادہ سنگین بنا دیے تھے۔

جب سے اسرائیل نے ان کے خاندان کے گھروں کو تباہ کرنا شروع کیا تھا، ان کی اپنی مشکلات میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا تھا۔ تعلیمی اداروں کی تباہی نے ان کو بے روزگار کر دیا تھا۔ ان کے عزیز یکے بعد دیگرے شہید ہو رہے تھے۔ ان کی آمدن ختم ہوتی گئی اور ان کی صحت پر بھی اس کے اثرات نمایاں ہوتے گئے۔ مہنگائی کسی بھی چیز کو ہاتھ لگانے نہیں دے رہی تھی۔

عمر حرب کو بتایا جاتا رہا کہ جلد ہی ان کو غزہ سے باہر کہیں شفٹ کر دیا جائے گا۔ یہ گزشتہ رمضان کی بات تھی جب انہیں بتایا گیا کہ جن افراد کو غزہ سے باہر منتقل کیا جانا ہے، ان کا نام اس فہرست میں شامل نہیں رہا۔

الجزیرہ سے انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ میں اپنی موجودہ اور پہلی تصاویر کا موازنہ کرتا ہوں تو میری اپنی روح کانپ جاتی ہے۔ یہ لگتا ہی نہیں کہ ایک ہی فرد کی یہ تصاویر ہیں۔ انہوں نے کہا:

''مجھے بہت مدت تک یہ سمجھ نہیں آ سکی کہ آخر ہمارا جرم کیا ہے؟ لوگ تڑپ رہے ہیں لیکن کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہے۔ ہم خدا کا انتظار کر رہے ہیں، وہ تو بڑی شان والا ہے۔ ہمیں اسی کا ساتھ چاہیے۔''

غزہ کی صحت کی وزارت کے مطابق 19 لاکھ فلسطینی غذائی قلت سے دوچار ہیں۔ ان میں سے 6 لاکھ 41 ہزار کو قحط نے بری طرح متاثر کر دیا ہے۔

عمر حرب کینسر کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ ناکہ بندی اور نسل کشی نے ان کی ادویات بند کیں اور پھر مسلسل بھوک نے ان کی جان لے لی۔

اگست کے آخر میں فوڈ فیز کلاسی فیکیشن (IPC) نے غزہ کو قحط زدہ قرار دیا۔ یہ ادارہ اقوام متحدہ کے ساتھ منسلک ہے۔ یہ دنیا میں غذائی عدم تحفظ کا واحد مانیٹر ہے۔ اس ادارے نے کہا کہ غزہ میں قحط کے تین مدارج مکمل ہو چکے ہیں:

۔۔۔کم از کم 20 فیصد گھرانے شدید غذائی قلت سے دوچار ہیں۔

۔۔۔کم از کم 30 فیصد بچے نامناسب خوراک سے دوچار ہیں۔

۔۔۔ہر دس ہزار متاثرہ افراد میں سے روزانہ دو موت سے دوچار ہو جاتے ہیں۔

برطانیہ کی این جی او اسلامک ریلیف نے غزہ کے قحط کو بیان کرتے ہوئے رپورٹ کیا کہ یہ ایک شرمناک صورت حال ہے۔ عالمی برادری اس کا نوٹس لینے کو بھی تیار نہیں ہے۔ غذائی قحط کوئی قدرتی آفت نہیں ہے۔ بارشیں وقت پر ہو رہی ہیں۔ تیار شدہ فصلیں کاٹ یا جلا دی گئی ہیں۔ مال مویشی جان بوجھ کر ہلاک کر دیے گئے ہیں۔ یہ ایک الارمنگ معاملہ ہے۔

ڈیموکریسی ناؤ نے عمر حرب کی وفات پر لکھا کہ وہ پورے مشرق وسطیٰ کے بہترین دماغوں میں سے تھے۔ اس پورے خطے میں ان کی بہت قدر تھی۔ کیتھرائن میٹ زگر نے کہا کہ بہت اداس کرنے والا واقعہ اور لمحہ ہے۔

امداد غزہ میں پہنچتی ہے۔۔۔

موت کی صورت

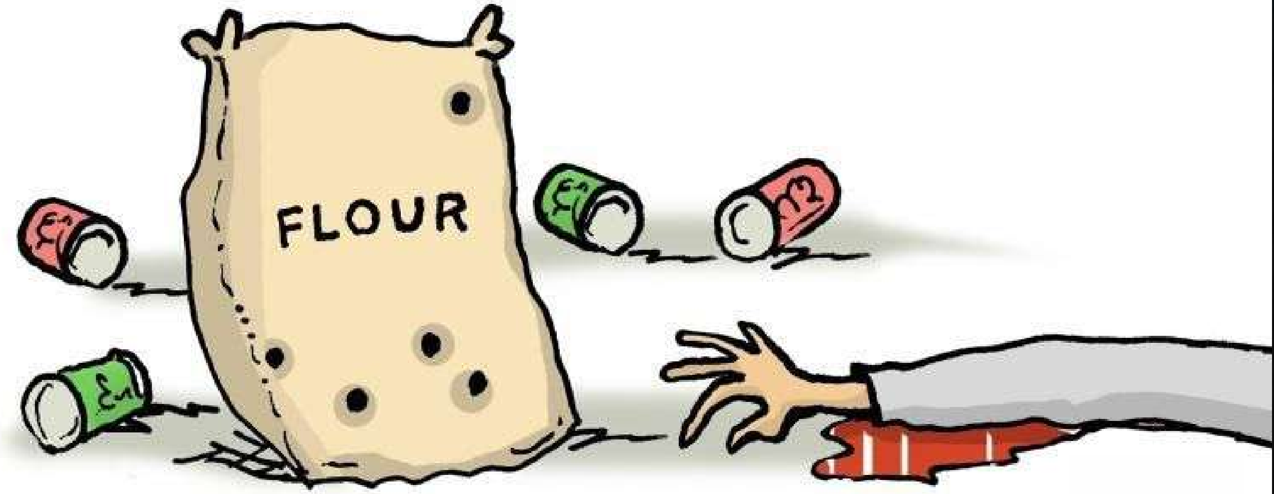

G E N O C I D E G A Z A